ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
اگست 2021ء

یا حسین علیہ السلام

حُبِ رسول ﷺ کا تقاضا محبتِ اہلِ بیتِ اطہار ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر مُحمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

امامِ حسین علیہ السلام کا مقام و مرتبہ

پیکرِ مہر و وفا استقامت و اخلاص
ڈاکٹر نوشابہ حمید (مرحومہ) کی یاد میں تعزیتی ریفرنس

پاکستان کا نظمِ حکومت اور میرِ کارواں کا فکری شعور

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیراہتمام ڈاکٹر نوشابہ حمید (مرحومہ) کی یاد میں تعزیتی ریفرنس

محترمہ فضہ حسین قادری کی خصوصی شرکت

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 28 شمارہ: 8 / محرم الحرام ۱۴۴۳ھ / اگست 2021ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم

گرافکس: عبدالسلام — فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(آزادی بہت بڑی نعمت ہے)		4

فکرِ شیخ الاسلام

حُبِ رسول ﷺ کا تقاضا محبتِ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام ہے	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
امامِ حسین علیہ السلام کا مقام و مرتبہ	ڈاکٹر فرخ سہیل	8
اسیرانِ کربلا ابنِ زیاد اور یزید کے دربار میں	سدرہ کرامت	11
ڈاکٹر نوشابہ حمید (مرحومہ) کی یاد میں تعزیتی ریفرنس	خصوصی رپورٹ	14
پاکستان کا نظمِ حکومت اور میرِ کارواں کا فکری شعور	ڈاکٹر انیلہ مبشر	23
شجر کاری کی اہمیت	ڈاکٹر زیب النساء سرویا	26
دعوت کے آداب	مرتبہ: رافعہ عروج ملک	31
بابا فریدالدین گنج شکرؒ	سعدیہ کریم	35
سابق امیرِ تحریک محترم مسکین فیض الرحمٰن درانیؒ	نداصدیقہ	38
فضیلتِ ماں	شفقت اللہ قادری	40

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

قیمت فی شمارہ 35/- روپے

سالانہ خریداری 350/- روپے

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرقِ وسطی، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَجِايْۤءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى. يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ. فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ. يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ. وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ.

(الفجر، ۸۹: ۲۳ تا ۳۰)

’’اور اس دن دوزخ پیش کی جائے گی، اس دن انسان کو سمجھ آ جائے گی مگر (اب) اسے نصیحت کہاں (فائدہ مند) ہوگی۔ وہ کہے گا: اے کاش! میں نے اپنی (اس اصل) زندگی کے لیے (کچھ) آگے بھیج دیا ہوتا (جو آج میرے کام آتا)۔ سو اس دن نہ اس کے عذاب کی طرح کوئی عذاب دے سکے گا اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑ سکے گا۔ اے اطمینان پا جانے والے نفس۔ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب) پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيْمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجه وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ. وَقَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ.

’’حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبت ہو جا، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جا، لوگ بھی تجھ سے محبت کریں گے۔‘‘

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَ إِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجه.

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ تو ہو میں تمہارا سینہ بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر و فاقہ ختم کر دوں گا؛ اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھ کام کاج سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی (کبھی) ختم نہیں کروں گا۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۳۷۸)

خواب

وہ حرفِ زار کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں
خدا مجھے نفسِ جبرائیل دے تو کہوں
ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے خوار و زبوں
(کلیات اقبال، ص:577)

تعبیر

میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے بنایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔
(شاہی دربار، سبی، بلوچستان، 14 فروری 1947ء)

تکمیل

زبان کی صفائی دل کی صفائی کی آئینہ دار ہے جن لوگوں کے دل صاف ہوجاتے ہیں تو سالہا سال ان کی مجلس میں بیٹھیں کسی کی غیبت نہیں سنیں گے، کسی کا عیب نہیں سنیں گے، کسی پر تہمت نہیں لگائیں گے، کسی کا نقصان نہیں بیان کریں گے جس زبان پر کسی کا نقص نہیں آتا سمجھ لیں کہ وہ دل نقص سے پاک ہے۔ جس گھر کو اللہ صاف دیکھتا ہے اسی کا مہمان بنتا ہے۔ جس دل میں اللہ قیام کرے کعبہ اس دل کا طواف کرتا ہے۔ یہی بات مولانا روم نے کہی۔ ''جس شخص کا دل صاف اور ستھرا ہوجائے وہ اللہ کا مسکن ہے۔ جس کا دل اللہ کا مسکن بن جائے تم کعبے کے طواف کو جاتے ہو اور کعبہ ایسے لوگوں کے دلوں کا طواف کرتا ہے۔''

اداریہ

آزادی بہت بڑی نعمت ہے

اللہ کا کروڑ ہا شکر ہے کہ آج ارض پاکستان میں آباد کروڑوں نفوس نعلین پاک کے تصدق سے آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں۔تحریک پاکستان کے پس منظر کے حقائق و واقعات کا مطالعہ کیا جائے تو خونچکاں روایات اور حقائق سننے، پڑھنے کو ملتے ہیں۔ برصغیر میں ہندو اور انگریز نے ملکر مسلمانوں سے انسان ہونے کا حق بھی چھین لیا تھا۔ مذہبی، شخصی، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی آزادیوں کو سلب کر لیا گیا تھا۔ مسلمانوں کو تیسرے درجے کا شہری بھی نہیں سمجھا جارہا تھا۔مسلمانوں کے مذہبی، سماجی حقوق کا قتل عام اور اسلامی شعائر کی تضحیک کو معمول بنا لیا گیا تھا۔اس ساری توہین اور تضحیک کے خاتمے کے لئے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اسلامیان برصغیر کی قیادت سنبھالی اور آزاد وطن کے لئے برصغیر کے طول وعرض میں ایک ایسی مہم چلائی جس نے خوابیدہ امت کو حق آزادی کے حصول کے لئے بیدار، پرعزم اور یکجا کر دیا اور قوموں کے عرصہ جدوجہد آزادی کے مختصر ترین عرصہ میں الگ وطن کے حصول کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر دیا۔قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں برصغیر پاکستان کا مطلب کیا ''لا الہ الا اللہ'' کے نعروں سے گونج اٹھا۔تحریک آزادی کے قافلہ حق میں بچے، بوڑھے، نوجوان، خواتین سبھی شامل تھے۔ بالخصوص مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ نے بانی پاکستان کی حفاظت اور معاونت کے ساتھ ساتھ خواتین کو آزادی کی جدوجہد کیلئے مستعد اور متحرک کرنے کے حوالے سے جو کردار ادا کیا وہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا ایک ایسا سنہرا باب ہے کہ سیاسی تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔مادرملت فاطمہ جناحؒ نے بطور ڈاکٹر اپنا شاندار کیریئر ملتِ اسلامیہ کے آزاد محفوظ اور خوشحال مستقبل کے لئے قربان کر دیا۔تحریک پاکستان میں اور بہت ساری خواتین کے نام قابل ذکر ہیں جنہوں نے بانی پاکستان اور مادر ملت کے شانہ بشانہ حصول آزادی کی شاندار اور جاندار مہم چلائی ان خواتین میں مولانا شوکت علی جوہر، مولانا محمد علی جوہر کی والدہ بی اماں، بیگم محمد علی جوہر، بیگم کمال الدین، بیگم سلمیٰ حسین، فاطمہ بیگم، بیگم جہاں آرا شاہنواز، بیگم نصرت عبداللہ ہارون، بیگم رعنا لیاقت علی خان جیسی جرأت مند خواتین نے رول ماڈل کا کردار ادا کیا۔ بانی پاکستان نے ہر موقع پر خواتین کی سیاسی خدمات کی پذیرائی کی اور تعمیر پاکستان کیلئے بھی خواتین کے فعال کردار کو ناگزیر قرار دیا۔بانی پاکستان نے پاکستان کی غرض و غایت کے حوالے سے **24** اکتوبر **1947** ءکو عیدالاضحیٰ کے موقع پر ایک ایمان افروز پیغام دیا تھا جس کا حرف حرف عمل کا متقاضی ہے بانی پاکستان نے فرمایا تھا چاروں طرف سے تاریک بادلوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے مگر ہم ان کے خوف سے رک نہیں سکتے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے اگر ہم نے قربانی کا وہی جذبہ پیش کیا جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا تو مصیبتوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کی طرح ہم پر بھی اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا۔ آیئے آج عید الاضحیٰ کے دن جو اسلام کے اس جذبہ ایثار اور قربانی کا مظہر ہے، جس کی اسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے، یہ عہد کریں کہ ہم اپنے تصورات کے مطابق اس نئی مملکت کی تعمیر میں بڑی سے بڑی قربانی دینے اور آزمائشوں اور مشکلات کا مقابلہ کرنے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ایک اور موقع پر بانی پاکستان نے فرمایا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کا امتحان لیتا ہے اور انہیں آزمائش میں ڈالتا ہے جن سے وہ محبت فرماتا ہے۔ اللہ جل شانہ، نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس شے کی قربانی دیں جو انہیں سب سے زیادہ عزیز ہو۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم پر لبیک کہا اور اپنے لخت جگر کو قربانی کے لیے پیش کیا۔آج پھر خدائے عزوجل کو پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کا امتحان اور ان کی آزمائش مقصود ہے۔ حق تعالیٰ نے ہم سے عظیم قربانیوں کا تقاضا کیا ہے۔ہمیں جس قدر عظیم قربانیاں دینی ہوں گی ہم اس قدر باصفا اور پاکیزہ تر ہو جائیں گے جیسے سونا جب بھٹی سے نکلتا ہے تو کندن بن جاتا ہے۔ پس آپ سب کے لیے میرا پیغام، امید، حوصلے اور اعتماد کا پیغام ہے۔آیئے ہم باقاعدہ اور منظم طریقے سے اپنے تمام وسائل مجتمع کر لیں اور درپیش سنگین مسائل کا ایسے عزم بالجزم اور نظم وضبط سے مقابلہ کریں جو ایک عظیم قوم کا سرمایہ ہوتا ہے۔دعا ہے اللہ رب العزت ہمیں لاکھوں قربانیوں کے نتیجے میں حاصل کئے گئے پاکستان سے محبت کرنے اور اسے سنوارنے کی توفیق دے اور شہدائے پاکستان کے درجات بلند فرمائے۔(چیف ایڈیٹر: دختران اسلام)

حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا محبت اہلِ بیت اطہار ہے

جن سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت کی ہم بھی اُن سے محبت کریں

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے حیات امامِ اہل بیت کے شاگرد بنے

خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
مرتبہ: نازیہ عبدالستار

حُب رسول کا تقاضا یہ ہے۔ جس سے مصطفیٰ ﷺ نے محبت کی ہم بھی اس سے محبت کریں۔ صحیح بخاری کے لفظ ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ پیاری ہے۔

اُرقبُو مُحمَّدًا ﷺ فِی اھل بَیتِ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو اپنے دور خلافت میں وصیت کی اور یہ اصول وضع کر دیا تم حضور کی اہل بیت کو دیکھو اگر تم ایماندار ہو تو اہل بیت کے اندر تمہیں حضور ﷺ نظر آنے چاہیے۔

اگر یہ روش نہیں تو اس کا تعلق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی نہیں۔ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نہیں وہ کہاں کا اہل سنت ہے وہ خارجی ہے۔ حضرت امام حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام کے پوتے حضرت عبداللہ الکامل وہ خود روایت کرتے ہیں۔

مجھے کوئی کام تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ جن کو خلیفہ خامس بھی کہتے ہیں۔ میں ان کے پاس چلا گیا وہ فوری کھڑے ہوگئے۔ میری حاجت پوری کی۔ انہوں نے مجھ سے عرض کیا حضرت آپ خود زحمت نہ کیا کریں بس ایک چٹ لکھ کر بھیج دیا کریں یا کسی غلام کو بھیج دیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

مجھے حیا آتا ہے کہ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا قیامت کے دن اگر آپ چل کے میرے دروازے پر آئیں۔

امام شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا ان کا جنازہ پڑھا گیا وہ ضعیف تھے اُس وقت جنازے سے فارغ ہوئے تو ان کے لیے سواری قریب کی گئی تاکہ اُنہیں بٹھایا جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آئے اب چونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جلیل القدر اکابر صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خاندان آل میں سے بھی تھے۔ صحابہ کرام میں صغار صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے پاؤں رکاب میں رکھنے کے لئے رکاب تھام لی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ نے یہ ایسا کیوں کیا؟ آپ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرمانے لگے ہم علماء کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تیزی کے ساتھ جھکے اور حضرت ابن عباسؓ کا ہاتھ چوم لیا۔

انہوں نے پوچھا حضرت آپ نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کی اہل بیت کے ساتھ ہم ایسا کیا کریں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر تھے حضرت سیدہ فاطمہ بنتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی ضرورت سے میں ان کے پاس گئی۔ میرے آنے کی ان کو اطلاع ملی وہ تو فوراً دربار سے باہر نکل کر آگئے اور کہا اے علی المرتضیٰؓ کی شہزادی خدا کی قسم روئے زمین پر آپ حضور ﷺ کی

اہل بیت آپ سے بڑھ کر کوئی گھرانہ میرے نزدیک محبت والا نہیں حتیٰ کہ میرا اپنا گھرانہ میری اولاد بھی آپ پر قربان ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہا وہ کام کر کے مجھے ہاتھ جوڑ کر وہ کہتے تھے کہ آپ اہل بیت رسول ہیں مجھ سے وعدہ کریں قیامت کا جب دن ہو تو میری شفاعت کر دینا اور کہہ دینا کہ ہماری نوکری کرتا تھا۔ ان سے پوچھا گیا اے عمر بن عبدالعزیزؒ کہ بنو ہاشم اہل بیت محمد ﷺ اہل بیت رسول ہیں۔ ان کے بچے نسلیں ہیں ابھی کیا ان سب کی شفاعت ہے۔

انہوں نے کہا خدا کی قسم بنی ہاشم حضور ﷺ کا خانوادہ، بچے بچیاں سب شفاعت کریں گے۔ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ کا طریقہ یہ تھا آپ کے زمانے میں جتنے امام اہل بیت کے زندہ تھے آپؒ ہر ایک کے شاگرد بنے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرت امام محمد باقر ؑ کے شاگرد تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ جب مدینہ گئے تو سیدنا امام محمد باقر ؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عقیدت کا اظہار کیا اور ایک جملہ بولا اس کو امام موقف بن احمد بن مکی نے مناقب امام ابی حنیفہ میں بیان کیا۔

امام اعظم ابو حنیفہ ؓ نے فرمایا خدا کی قسم اے امام محمد بن باقر ؑ آپ کی حرمت و تعظیم میرے اوپر اس طرح واجب ہے جس طرح صحابہ کرام پر تاجدارِ کائنات کی واجب تھی کیونکہ آپ کی حرمت مجھے حرمتِ مصطفیٰ ﷺ نظر آتی ہے۔

سیدنا امام جعفر صادق کوفہ تشریف لائے تو سیدنا امام ابوحنیفہ ؓ کو پتہ چلا آپ اپنے بہت سے اکابر تلامذہ کو لیے کر سیدنا امام جعفر صادق ؑ کی خدمت میں زیارت اور استفادہ کرنے حاضر ہوئے۔ جب آپ کو دیکھا ادب و احترام سے سلام عرض کیا اندر داخل ہوئے اجازت مانگی اس طرح آداب کے ساتھ بیٹھ گئے آپ کے شاگردوں نے دیکھا تو سارے اپنا طریقہ پلٹ کر امام اعظم ؓ کی طرح سب شاگرد بیٹھ گئے جب آپ نے دیکھا کہ سارے لوگوں نے اپنا طریقہ نشست بدل لیا ہے۔ اس شخص کی طرح سارے بیٹھ گئے ہیں تو آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جن کی تم سب اتنی تعظیم و تکریم و توقیر کر رہے ہو۔

کہنے لگے کہ یہ ہمارے استاد ابو حنیفہؒ ہیں۔ امام اعظم ؓ سے پوچھا گیا اس پوری زمین روئے زمین پر جتنے علماء و اکابر اساتذہ کو آپ نے دیکھا سب سے زیادہ فقیہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے روئے زمین پر امام جعفر بن محمد صادق ؑ کو فقہ پایا۔

امام اعظمؒ امام محمد باقر ؑ، امام جعفر صادق ؑ اور امام زین علی کے شاگرد ہوئے۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہ ؓ کی مودت اہل بیت تھی۔ جسٹس نہ بننا قبول نہ کیا۔

بہانہ یہ تھا کہ ہمارا حکم نہیں مانا اور چیف جسٹس کا عہدہ قبول نہیں کیا۔ بس اور کوئی گستاخی بنو عباس کے حکمرانوں کے خلاف نہیں ہوئی دراصل سبب یہ تھا کہ وہ سب حکمران جانتے تھے کہ یہ امام اعظم گھر بیٹھ کر ہر شہزادے اہل بیت کی خدمت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ محبت و مودت کرتے ہیں۔ ان کو سزا محبتِ اہل بیت کی دی۔ جیل بھیجا حتیٰ کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا جنازہ بھی جیل سے نکلا انہوں نے محبتِ اہل بیت میں وفات پائی۔

اب حضرت امام مالکؒ اہل بیتِ اطہار سے شدید محبت تھی حصرت امام جعفر صادق جیسی ہستیوں کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے جاتا تو فرماتے:

امام مالک کے پاس چلے جائیں ہم اہل بیت کا علم اس کے پاس ہے۔ کل ائمہ اہل بیت کے شاگرد تھے ان کی محبت و مودت میں فنا تھے مگر محبت و مودت اہلِ بیت کی سزا دی کہ ان کے سر اور داڑھی کو مونڈ دیا اور سواری پر بیٹھا کر مدینہ کی گلیوں میں چلایا اور حکم دیا کہ کوڑے مار کر ان کو بتاؤ کہ میں امام مالکؒ ہوں آپ گلی گلی میں رک رک کر کہتے تھے جو مجھے اس حال میں دیکھ کر نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں۔ اس حال کے ساتھ پچیس سال تک حضرت زین العابدین کی طرح آپ گھر میں بیٹھ گئے باہر نہیں نکلے۔

یہ دور تھا بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمرانوں کا ائمہ اہل بیت اطہار کا نام نہیں لے سکتے تھے۔ ملاؤں نے فتوے اور

تہمت لگا دی کہ یہ شعیہ ہیں اور رافضی ہیں۔ چاروں اماموں کی گھٹی میں محبت و مودب ہل بیت تھی۔

امام شافعیؒ نے اپنا دیوان لکھا اور اُس میں آپ نے رباعی لکھی۔ اے اہل بیت رسول تمہاری محبت اللہ نے قرآن مجید میں فرض کردی ہے۔

اے اہل بیت تمہاری عظمت اور تمہاری شان کی بلندی کے لیے اتنی دلیل کافی ہے جوتم پر درود نہ پڑے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

پھر امام شافعی نے کہا۔ اگر ال محمد سے محبت کرنا رافضی ہوجانا ہوتا ہے سارا جہاں جان لے کہ میں شیعہ ہوں۔یہ کلمات آقا ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ میری امت کی جو سب سے پہلی ہلاکت ہے وہ بے وقوف لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی اس حدیث رسول کی روشنی میں حضرت ابو ہریرہ ؓ گلیوں میں چلتے پھرتے باآواز بلند دعا کرتے تھے اور کہتے تھے۔

اے اللہ میں ان چھوٹوں کے حکمران بننے اور سن ساٹھ ہجری کے شروع ہونے سے پناہ مانگتا ہوں۔

امام عسقلانی کہتے ہیں اللہ نے ان کی دعا قبول کی انسٹھ ہجری میں ایک سال قبل ان کا وصال ہوگیا۔امام مالک کو جب کوڑے مارے جاتے آپؒ بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش آتا تو دوبارہ کوڑے شروع کر دیتے۔ کوڑوں سے ہوش آنے کے بعد کہتے لوگو! گواہ ہو جاؤ۔ باری تعالیٰ میں نے کوڑے مارنے والوں کو معاف کر دیا۔

انہوں نے کہا کہ مجھے لگ رہا ہے کہ شاید کوڑے کوڑے کھاتے کھاتے میں مر جاؤں۔ مجھے اپنی حالت نظر آ رہی ہے۔ بے شک مجھ پر ظلم ہو رہا ہے لیکن ہیں تو یہ لوگ حضور ﷺ کے چچا سے لوگ میں سے میں نہیں چاہتا کہ میرے آقا ﷺ کے چچا کا کوئی فرد میری وجہ سے دوزخ میں جائے۔ اس لئے ہوش میں آتے ہی ساتھ ہی ساتھ معاف کرتا جاتا ہوں۔ اتنا بڑا ظلم ادھر حضور ﷺ کے خاندان کے افراد کے ساتھ اتنا بڑا حیا نہ عقیدہ ہے۔عقیدہ اہل سنت و جماعت اس کو کہتے ہیں۔ چاروں اماموں سے پوچھا گیا آپؒ یزید کے بارے میں کیا حکم کرتے ہیں۔ انہوں نے فتوی دیا۔ یزید میرے نزدیک کافر ہے۔ لوگوں نے دلیل پوچھی انہوں نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور کہا اس آیت کا مصداق تعلق یزید بدبخت پر ہے۔ ابدال قطب غوث ہر ولی کوئی ولی مرتبہ ولایت تک نہیں پہنچتا جب تک اس کی ولایت کو حضرت علی ؓ کی توثیق نہیں ہوتی۔

کوئی ولی شان ولایت کو نہیں پاتا جب تک مولا علی ؓ کی مہر کی نہیں لگتی کیونکہ وہ خاتم الولایت ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے آقا ﷺ اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں۔ معاذ اللہ کسی مسلمان کی جرات نہیں کہ کوئی کہے کہ یہ اقربا پروی ہے چونکہ آپ کے نواسے ہیں اس لئے اُٹھایا جا رہا ہے۔ استغفر اللہ العظیم جس لمحے یہ بات ذہن میں آئی اسی لمحے کافر بن گئے۔ حضور کی ہر بات حق اور عدل ہے۔ آپ فرما رہے ہیں میرا حسن اور حسین علیہما السلام جنت کے سب جوانوں کے سردار ہیں۔

اب جنت کے کل جوان جن کے سردار امام حسن و حسین ؓ ہیں۔ سیدہ زینب جو کربلامعلیٰ میں گئیں انہوں نے آقا ﷺ کی بارگاہ میں پرورش پائی ہے۔ حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں رات کا وقت تھا میں کسی کام کے لئے آقا ﷺ کی بارگاہ میں گیا۔ آپ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ چادر کے نیچے ایسا لگتا تھا کچھ چھپایا ہوا ہے۔

جب میرا کام ہو چکا مجھ سے رہا نہیں گیا کیونکہ نئی بات دیکھ رہا تھا کہ چادر کے اندر معلوم نہیں کیا ہے؟ میں نے پوچھا ۔ یارسول اللہ ﷺ چادر کے اندر کیا ہے۔ قربان جائیں پیار کا کیا رنگ ہے۔ میرے آقا ﷺ نے زبان سے نہیں فرمایا کون ہے بلکہ آپ نے چادر ہٹا کر دکھایا کہ حسن اور حسین علیہما السلام ہیں۔ حضرت حسن وحسین علیہما السلام کو دکھا کر امت کو دکھانا چاہتے ہیں میرا حسن وحسین علیہما السلام سے پیار یہ ہے خود بول کر فرمایا: یہ میرے بیٹے ہیں اور میرے فاطمہ ؓ کے بیٹے ہیں۔

☆☆☆☆☆

امامِ حسین علیہ السلام کا مقام و مرتبہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے امامِ حسینؑ کی وجہ سے سجدہ طویل کر دیا

ڈاکٹر فرخ سہیل

امام عالی مقام کی ولادت باسعادت ہجرت کے چوتھے برس تین شعبان المعظم کو ہوئی۔ جب رسالتمآب کو آپ کی پیدائش کی خوشخبری سنائی گئی تو آپ تشریف لائے اور نومولود کو گود میں لے کر دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنی زبان مبارک کو نومولود کے منہ میں دے دیا۔ ساتویں دن امام عالی کا عقیقہ کیا گیا۔ نبی کریم کی پُرشفقت گود میں حضرت امام حسینؑ نے پرورش پائی۔ یہ وہ گود تھی جو اسلام کا گہوارہ تھی وہ حسنینؑ کی تربیت کا گہوارہ بنی، دوسری طرف علی مرتضیٰؑ جو اپنے عمل سے خدا کی مرضیوں کے خریدار بن چکے تھے ایسے والد کے زیر سایہ حضرت امام حسینؑ پرورش پا رہے تھے اور والدہ جو کہ جنت کی تمام خواتین کی سردار ٹھہری ان کے دامن عفت مآب کی خوشبو آپ کے کردار و عمل میں رچ بس چکی تھی۔

حضرت امام حسینؑ امام کی منزل پر تیسرے مقام پر متمکن تھے اور رسول خداﷺ کی حضرت امام حسینؑ امام عالی مقام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو اپنا محبوب بنالے جس نے حسینؑ سے محبت رکھی اور رسول خداﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپﷺ اپنے نواسے کو گود میں بٹھا کر لبوں کو بوسہ دیتے اور ساتھ یہ فرماتے کہ الٰہی میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنالے۔ (جامع ترمذی)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ جب جنتی حضرات جنت میں سکونت پذیر ہوں گے تو جنت معروضہ کرے گی پروردگار! از راہ کرم کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو دو ارکان سے مجھے آراستہ فرمائے گا؟ تو رب العزت ارشاد فرمائے گا کیا میں نے تجھے حسن و حسینؑ سے مزین نہیں کیا یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر و ناز کرنے لگے گی۔

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں حسنین کریمین کے فضائل کے حوالے سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حسنؑ اور حسینؑ سے محبت کی اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

ایک موقع ایسا آیا کہ حضور نبی اکرمﷺ نے دوران نماز حضرت امام حسینؑ کی وجہ سے اپنے سجدے کو طول دیا جس کو امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت کو نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداﷺ عشاء کی نماز کے لیے ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ آپ حضرت حسنؑ یا حسینؑ کو اٹھائے ہوئے تھے اسی حال میں رسول اکرمﷺ آگے تشریف

لے گئے اور انہیں بٹھادیا پھر آپ نے نماز کے لیے تکبیر فرمائی اور نماز ادا کرنے لگے۔ دوران نماز آپ نے سجدہ کو طویل فرمایا۔ میرے والد کہتے ہیں کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ حالت سجدہ میں اور شہزادہ آپ کی پشت انور پر سوار ہیں تو میں پھر سجدہ میں چلا گیا۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! آپ نے نماز میں سجدہ اتنا دراز فرمایا کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی واقعہ پیش تو نہیں آ گیا یا آپ پر وحی الٰہی کا نزول ہو رہا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح کی کوئی بات نہیں سوائے یہ کہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا اور جب تک وہ اپنی خواہش سے نہ اترتے مجھے عجلت کرنا ناپسند ہوا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسنین کریمین علیہما السلام کی خاطر خطبہ موقوف فرمادیا۔ یہ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی نے نقل کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو بریدہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حبیب کبریا ہمیں خطاب فرما رہے تھے کہ حسنین کریمین علیہما السلام سرخ دھاری دار قمیض زیب تن کیے لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے تھے حضرت رسول خدا ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور حسنین کریمین علیہما السلام کو گود میں اٹھا لیا اور دوبارہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ سنبھل سنبھل کر چلتے لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنے خطبہ کو موقوف کر کے انہیں اٹھا لیا۔ اپنے دونوں لاڈلے نواسوں کے آنسو حضور اکرم ﷺ سے برداشت نہیں ہوئے تھے جیسا کہ ایک روایت ہے کہ

حضرت رسول اکرم ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور خانہ حضرت فاطمہ کی طرف سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا کہ بیٹی کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

یہ تو تھی اللہ کے رسول کی اپنے پیارے نواسے حسین علیہ السلام کے ساتھ محبت کا عالم کہ بچپن میں آپ ﷺ ان کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن قابل غور بات تو یہ ہے کہ کربلا میں جب یزیدیوں نے اسی پیارے نواسے پر مظالم کی انتہا کر دی اور اس کے علاوہ آپ ﷺ کے اہل بیت کو سر عریاں بازاروں اور درباروں میں پھرایا گیا تو حضور کی روح پر نور پر کیا کیفیت گزری ہوگی اور پروردگار عالم کا یہ ارشاد اس موقعے کی وضاحت اس طرح کرتا ہے

"بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اکرم ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ نے لعنت کی ہے اور ذلت آمیز عذاب ان کے لیے لکھ دیا گیا ہے۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام شکل و صورت میں اپنے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شباہت رکھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حسنین کریمین علیہما السلام جوان تھے اور امور مملکت میں اپنے والد محترم کے شانہ بشانہ رہتے یہاں تک کہ جنگ صفین میں بھی یہ دونوں صاحبزادے مولا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ مولا علیؑ کی شجاعت و بہادری کا پرتو تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ کے زمانہ مبارک میں جناب فاطمہ آپ کے پاس تشریف لائیں اور دونوں شہزادے بھی آپ کے ہمراہ تھے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض یا: یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کے شہزادے ہیں انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن علیہ السلام میرے جاہ و جلال اور سرداری کا وارث اور حسین علیہ السلام میری جرات و شجاعت کا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی بہت سے احادیث میں امام حسینؑ کی ولادت اور شہادت کی پیشین گوئی موجود ہے

ایک روایت جو مشکوۃ المصابیح میں درج ہے کہ حضرت ام الفضل بنت حارثؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبی محترمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کی کہ یارسول اللہ میں نے آج رات کو ایک خوفناک خواب دیکھا ہے۔ سرکار کے معلوم فرمانے پر مزید عرض کرنے لگیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ ان شاء اللہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ہاں صاحبزادے کی ولادت ہوگی جو آپ کی گود میں آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تولد ہوئے اور میری گود میں آئے۔ جس کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔ پھر ایک روز بعد حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو میں دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہیں میں نے سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ فرمانے لگے کہ

جبرائیل علیہ السلام نے میری خدمت میں حاضر ہوکر مجھے آگاہ کیا ہے کہ عنقریب میری امت کے کچھ لوگ میرے اس بیٹے کو شہید کردیں گے میں نے عرض کی کہ یارسول اللہؐ کیا وہ اس شہزادے کو شہید کردیں گے تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جبرائیل امیں نے مجھے اس مقام کی سرخ مٹی لاکر دی ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جو مسند احمد میں نقل کی گئی ہے کہ دوپہر کے وقت اللہ کے رسول ﷺ ہمیں خواب میں نظر آئے اس حال میں کہ بال اور چہرہ مبارک غبار آلودہ ہیں اورآپ کے ساتھ ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ہم سے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یہ کیا چیز ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب قریش کی جماعت سے ملتے اور وہ باہم گفتگو کررہے ہوتے تو گفتگو روک دیتے ہم نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اس امر کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جب میرے اہل بیت سے کسی کو دیکھتے ہیں تو گفتگو روک دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک میرے اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔

وہ حضرت امام حسین علیہ السلام جن کو حضور اکرم ﷺ اپنے پاس بلاتے انہیں سینے سے لگاتے اور ان کی خوشبو سونگھتے اور جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا پس اس نے مجھ سے بغض رکھا اور بے شک وہ حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ وہ حسین علیہ السلام جن کے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ

الحسین منی و انا من الحسین.

لیکن مولا علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسینؑ اور ان کے اہل بیت پر مظالم کی انتہا کردی۔ جن کے لے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا حضرت حسین علیہ السلام عراق کے ایک علاقہ میں شہید کردیا جائے گا جسے کربلا کہا جائے گا تو افراد امت میں سے جو اس وقت موجود ہوا اسے چاہیے کہ ان کی حمایت کے لیے کھڑا ہو۔ افسوس کہ بعد رسول اللہ ﷺ ظالموں نے معرکہ کربلا میں امام عالی مقام پر مظالم کی ایسی انتہا کی کہ جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ لیکن حسینؑ نے جس بہاری و سرفروشی سے اپنے نانا کے دین کی بقا کے لیے قربانی دی تاریخ اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

☆☆☆☆☆

اسیرانِ کربلا ابن زیاد اور یزید کے دربار میں

سیدہ زینبؓ نے دربار یزید میں فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا

سیدہ زینبؓ کی جرأت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ہر خاتون کو ادا کرنا ہوگا

سدرہ کرامت

واقعہ کربلا کے بعد جب اہل بیت کا قافلہ دربار ابن زیاد میں لایا گیا تو دربار سجا ہوا تھا صاحبان اقتدار اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ابن زیاد نہایت رعونت سے اسیروں کو دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظر ایوان کے آخری حصہ میں ایک باوقار خاتون پر پڑی جو تمام تر پریشانیوں اور غریب الوطنی کے باوجود پرسکون بیٹھی تھیں۔ اس نے نہایت تلخ لہجے میں پوچھا یہ خاتون کون ہے مجمع خاموش رہا اس نے آپے سے باہر ہوگیا بتاتے کیوں نہیں ایک خاتون (حضرت فضہؓ) نہایت متانت سے گویا ہوئیں۔ یہ علیؓ کی بیٹی سیدہ زینبؓ ہیں۔

سیدہ زینبؓ کا نام سنتے ہی ہیبت طاری ہوگئی پھر سنبھل کر نہایت تلخ لہجے میں بولا:

”خدا کا شکر! اس نے تمہیں رسوا کیا موت کے گھاٹ اتارا، تمہارے ناپسندیدہ ارادوں کو بے نقاب کیا“۔

یہ سننا تھا کہ فاتح خیبر اور صاحب ذوالفقار کی بیٹی تاجدار کائنات ﷺ کی نواسی نے اقتدار شکن اور سلطنت فشار انداز میں یوں خطاب فرمایا:

”شکر ہے اللہ کا جس نے اپنے محبوب نبی کی نسبت سے ہمیں عزت بخشی اور ہمارے گھرانے کو کمال طہارت کا شرف عنایت کیا۔ بے آبرو و رسوا وہ ہوتا ہے جو آئین کی خلاف ورزی کرے یاد رکھ وہ ہم نہیں کوئی اور ہوگا۔“

تلوار کی باڑھ جیسے اس تیز جواب سے خدا کے دشمن کی آنکھوں میں خون اتر آیا گستاخی سے کہا:

دیکھا اللہ نے تمہارے کنبے اور تمہارے بھائی پر کیسا حشر توڑا؟

ابن زیاد انتہائی شقاوت سے بنی ہاشم کے طہارت نسبت، عزت مآب خاندان اور فخر کائنات شہید کربلا کے بارے میں ہرزہ سرائی کررہا تھا۔ ثانی زہراؓ نے دلیری سے جواب دیا۔

کوفیو! تم نے وہ کام کیا جس کے سبب کچھ دور نہیں کہ آسمان پھٹ پڑے، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں تمہاری برائیاں آفاق گیر ہیں تمہاری بداعمالیوں نے پوری دنیا کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

سنو تم حیران ہو کہ اس واقعہ سے آسمان نے خون کیوں نہ برسایا؟ ٹھہرو! عذاب آخرت اس سے زیادہ تمہیں رسوا کرے گا اور بھی اس وقت جبکہ نہ کوئی تمہارا حامی ہوگا نہ مددگار۔ ہاں! یقین مانو یہ مہلت کے لمحے تمہارے بوجھ کو ہلکا نہیں کرسکتے۔ وقت قبضہ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ انتقام کی گھڑیوں کو قریب سمجھو اور داور محشر، گنہگاروں کی گھات میں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: کوفیو! تم اس وقت کیا جواب دو گے جب پیغمبر خدا ﷺ تم سے کہیں گے کہ تم آخری امت ہو تم نے میری اولاد میرے اہل بیت میری حرمت اور میری ناموس

کے ساتھ کیا کیا۔ میرے گھرانے کی ہستیوں کو اسیر بنایا اور قتل کیا۔ کیوں! میرے احسانات رشد و ہدایت کی یہی جزا تھی؟ یہی صلہ تھا کہ میرے بعد میرے عزیزوں اور میری آل اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا؟ اہل کوفہ! اندیشہ ہے کہ کہیں تمہارا وہی حشر نہ ہو جو شداد اور اس کی امت کا ہوا۔

ابن زیاد! تو نے ہمارے بڑوں کو تہ تیغ کیا۔ ہمارے عزیزوں میں سے کسی کو نہ رہنے دیا۔ ہمارے سایہ دار درخت کی شاخیں کاٹ دیں۔ ہمارے پھلے پھولے درختوں کو جڑ سے نکال ڈالا۔ اب اگر قلب وجگر کی آگ یونہی بجھتی ہے تو پھر سمجھنے کو تو سمجھ لے کہ ٹھنڈک پڑگئی حقیقت روز حشر آشکار ہوگی اس وقت تم ہوگے اور آتش جہنم کے انگارے ہوں گے۔

تو حقائق پر پردہ ڈالنے کے لے بدکلامی پر تل گیا ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے جو میرے دکھی دل کی آواز ہے ہماری ہر بات حقیقت کی ترجمان ہے۔ فوجِ یزید نے قافلہ حسینی کو بدترین مصائب میں مبتلا رکھا مگر علی کی بیٹی نے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ دنیا آج تک حیران ہے۔

کربلا کی جرات مند سپہ سالار نے خوفناک فضا میں ابن زیاد کی اسلام دشمنی سے پردہ اٹھایا اور ناپاک طینت شخص کو اس کے ہی ایوان اقتدار میں رسوا کردیا۔ جس کا مشاہدہ وہاں بیٹھے ہوئے افراد نے کیا جو ابن زیاد کی دہلیز سلطنت پر اپنی پیشانی رگڑ رگڑ کر احساس آدمیت سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

اس کے بعد مایوس ہوکر ابن زیاد امام زین العابدین کی جانب اشارہ کرکے دریافت کرتا ہے انکا منہ توڑ جواب سن کر غصے سے کہنے لگا تیری کیا مجال میرے سامنے گستاخی کرے جلاد کو بلا کر کہنے لگا اس نوجوان کی گردن اڑادو۔ سیدہ زینبؑ ابن زیاد کی بربریت کا مظاہرہ دیکھ رہی تھیں اس کی بدکلامی سن کر ظالم وستمگر حکمران کی پرواہ کیے بغیر امام سے لپٹ کر ابن زیاد سے مخاطب ہوئیں:

کیا آل محمد ﷺ کے ناحق خون میں اپنے ہاتھ رنگین کرنے سے تیرے دل کو تسکین نہیں ہوئی۔ اب یہ ہی ہمارے خاندان کی نشانی بچ گیا ہے۔ اس کی طرف بری آنکھ اٹھا کر مت دیکھنا ورنہ تجھے میری لاش سے گزرنا پڑے گا اور جب تک میری جان میں جان ہے تو زین العابدینؒ کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔

ابن زیاد نے رسول زادی کی بے مثال جرات و شجاعت کے سامنے ہتھیار ڈال دیا اور جلاد کو حکم دیا۔

اسے کچھ نہ کہو ورنہ زینب کے خون میں ہاتھ رنگین کرنا پڑیں گے جو ہمارے لیے دشوار ہے اور اس کے سنگین نتائج ہم برداشت نہیں کرسکیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ابن زیاد کو اس کے بعد کبھی آرام نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ کربلا کے قافلے کی ترجمان سیدہ زینبؓ نے اسلامی فکر اور انسانی ضمیر کو کچھ اس طرح جگادیا تھا کہ یہ بیداری ایک باقاعدہ تحریک بن گئی اور کوفہ سے لے کر شام تک تمام محلوں میں پھیل گئی اور سارے شبستانوں کے چراغ گل ہوتے نظر آنے لگے۔

یہ عقیلہ بنی ہاشم کی تقریروں اور سیدہ زینبؓ کے جرات مندانہ کلام کا اثر تھا کہ صحابی رسول عبداللہ ابن عفیفؓ بھرے مجمع میں سراپا احتجاج بن گئے۔ اسی طرح خاندان غامد اور بنو وائلہ کے جیالے بھی حکومت مخالفت میں سرگرم عمل ہوگئے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

عبیداللہ ابن زیاد کو جلد ہی یہ برا وقت دیکھنا پڑا کہ بصرہ جیسے شہر میں جہاں وہ گورنر تھا جب وہ تقریر کرنے کھڑا ہوتا تو عوام اس پر اینٹوں اور پتھروں کا مینہ برساتے تھے۔

دربار یزید میں:

سیدہ زینبؑ نے دربار یزید میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے تاریخ کی تلخ حقیقتوں کو آشکار کرتے ہوئے یزید کی بربریت کو بے نقاب کرڈالا۔ آپ کے خطبہ سے ظالموں کے سر جھک گئے اور دربار میں بیٹھنے والوں اور سننے والوں کے دلوں میں یزید کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔

آپ جلال میں آکر کھڑی ہوئیں اور خطبہ ارشاد فرمایا:

آپ کا خطبہ جاری رہا۔ دربار میں سناٹا چھا گیا۔ ایسا سناٹا کہ سوئی گرنے کی آواز سنائی دے۔ حاضرین حیرانی سے حقیقت حال سے واقف ہوتے رہے۔ حقیقت حال پر اب تک جو پردہ تھا جناب زینبؑ کے خطاب سے چاک ہونا شروع ہوا اور خطبہ ختم ہوتے ہوتے حقیقت حال کھل کر سامنے آ گئی۔

اپنے خطبہ میں خواہر حسین نے مقصد حسینؑ کی وضاحت کی تو مجمع حیران و ششدر رہ گیا۔ بیان سننا تھا کہ غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگا غصے نشہ اقتدار میں اسیران کربلا کو قید خانہ بھجوادیا۔

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کیا ہے کہ حضرت ام لقمانؓ نے جب سیدہ زینبؑ کو لٹے ہوئے قافلے کے ساتھ مدینہ واپس دیکھا تو اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ باہر آگئیں اور روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

''لوگو! کیا جواب دو گے جب نبی کریمﷺ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری امت ہونے کے باوجود کیا کیا؟ میرے بعد میری اولاد اور اہل بیت کے ساتھ کہ ان میں سے بعض کو تم نے اسیر کرلیا اور بعض کا خون بہایا۔ میں نے تم کو جو نصیحت کی تھی کہ میرے بعد میرے قرابت داروں سے برا سلوک نہ کرنا اس کی جزا یہ تو نہ تھی۔''

میں نے تمہیں شرک کی آلودگیوں سے نکال کر توحید کا نور دیا۔ گمراہی اور ضلالت سے نکال کر ایمان اور اسلام کی روشنی عطا کی میں نے گری ہوئی انسانیت کو عظمت کا بام عروج عطا کیا۔ میں نے تمہیں اللہ سے ملایا۔ تمہیں پوری دنیا کا فاتح بنایا۔ ایمان، اسلام،احسان، تقویٰ اور زہد کی منزلیں عطا کیں۔ ہدایت دی۔ قرآن دیا اور قیامت تک تمہیں آخرالامم اور خیرالامم بنایا۔

سارا کچھ کرکے اس تبلیغ رسالت کے بعد میں نے کہا میری قربت کا حیا کرنا، میں دیکھوں گا میرے بعد میرے شہزادوں سے کیا سلوک کرتے ہو۔ اگر رسول اللہﷺ نے تم سے پوچھ لیا کہ حسینؑ وہ تھا جس کو میں نے اپنا بیٹا کہا۔ اگر

سیدہ زینبؑ نے دربار یزید میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے تاریخ کی تلخ حقیقتوں کو آشکار کرتے ہوئے یزید کی بربریت کو بے نقاب کر ڈالا۔ آپ کے خطبہ سے ظالموں کے سر جھک گئے اور دربار میں بیٹھنے والوں اور سننے والوں کے دلوں میں یزید کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی

حضورﷺ نے تمہارے اس سلوک اور احسان کے بارے میں پوچھ لیا تو کیا جواب دو گے؟

آقا علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے جو نعمتیں دی ہیں ان کے حیا سے اللہ سے اللہ کی محبت کے حیا سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

حب ال محمد یوما خیر من عبادة سنة.

اہل بیت محمدﷺ کسی محبت میں ایک دن گزارنا پورے سال کی نفلی عبادات سے افضل ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے عقائد درست کریں۔ محبت الٰہی، محبت رسول، محبت اہل بیت محبت صحابہ اورمحبت اولیاء صالحین ان پانچ محبتوں پر خود کو جمع رکھیں۔ خارجیت کی فکر سے خود کو متاثر نہ ہونے دیں۔

ایمان کا جو راز امت کے جمیع ائمہ، اولیاء وصلحاء کے ہاں صدیوں سے چلا آرہا ہے اسی طریقے کو ہمیشہ زندہ رکھیں، سیدہ زینبؓ کے کردار کو اپنائیں، ان کی جرات، تقویٰ، طہارت، صبر، شکر، شجاعت و بہادری پر خدا کی رضا میں راضی رہنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ہر حال میں ادا کرنا اس کردار کو اپنائیں۔

☆☆☆☆☆

پیکرِ مہر و وفا استقامت و اخلاص ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) کی یاد میں تعزیتی ریفرنس

مشن کے لئے مالی قربانیاں دینے والوں میں صف اول میں شامل رہیں

مادرِ تحریک محترمہ رفعت جبیں قادری کا تعزیتی ریفرنس سے خطاب

محترمہ فضہ حسین قادری، فرح ناز، عائشہ مبشر، فریدہ سجاد، ڈاکٹر توقیر رعنا کا اظہار خیال

خصوصی رپورٹ

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سینئر رہنما 21 جون 2021ء کو اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ منہاج القرآن ویمن لیگ نے ڈاکٹر نوشابہ حمید کی یاد میں تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا۔ جس میں مادرِ تحریک محترمہ رفعت جبیں قادری، محترمہ فضہ حسین قادری اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سینئر بہنوں نے خوبصورت الفاظ اور یادوں کے ساتھ انہیں خراجِ تحسین پیش کیا۔ ذیل میں تعزیتی ریفرنس کے اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں:

مادرِ تحریک محترمہ رفعت جبیں قادری

ڈاکٹر نوشابہ حمید تا عمر اخلاص و وفا کا پیکر رہیں

ڈاکٹر نوشابہ حمید 1981ء میں تحریک منہاج القرآن اور بعد میں PAT سے منسلک ہوئیں۔ اس وقت ہماری رہائش سمن آباد میں تھی۔ ڈاکٹر نوشابہ حمید کا گھر بھی سمن آباد میں تھا۔ شیخ رفیع کی اہلیہ محترمہ جو پہلے سے تحریک سے وابستہ تھیں ان کے ذریعے ڈاکٹر نوشابہ نے قائد محترم سے سمن آباد میں ان کے گھر پر ملاقات کی۔ ان دنوں قائد محترم مسجد رحمانیہ شادمان میں درس قرآن دیتے تھے۔ ڈاکٹر نوشابہ باقاعدگی سے درس قرآن میں شرکت کرتیں۔ چند مہینوں کے بعد درس قرآن میں لوگ جوق در جوق شرکت کرنے لگے۔

محترمہ ڈاکٹر نوشابہ 40 سال تحریک منہاج القرآن سے وابستہ رہیں۔ اپنی وفات تک منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرپرستی کرتی رہیں۔ گوشہ درود کی ویمن سیکشن کی انچارج رہیں۔ چاہے وہ ویمن لیگ کی سرپرستی ہو یا اعتکاف میں میڈیکل کیمپ کی ذمہ داری ہو یا آغوش میں مدر ایریا کے ہیڈ کے طور پر سرپرستی کی ذمہ داری ہو انہوں نے اپنی تمام ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیں۔ لاہور کی پہلی صدر کی ذمہ داری پر فائز ہوئیں۔ لاہور کے دور دراز کے علاقوں کے وزٹ کیے۔ سینکڑوں خواتین کو تحریک سے وابستہ کیا۔ ہر سطح پر تحریک اور مشن کے لیے مالی قربانیوں کے لیے صف اول میں شامل رہیں۔ وفات سے چند دن پہلے مرکز میں ڈیوٹی پر حاضر رہیں۔ ہر دور اور ہر محاذ پر استقامت کے ساتھ ڈٹی رہیں۔ ہماری یہ دعا ہے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر نوشابہ حمید کو تحریک منہاج القرآن کی خدمات پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ پاکستان عوامی تحریک پنجاب کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد تھی۔ حلقہ 127 کی نگران تھیں۔ بیداری شعور میں انہوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر نوشابہ منہاج القرآن کے مشن کی عظیم خدمات سرانجام دینے پر آغوش کی ذمہ داریاں ادا کرنے پر اعتکاف میں اپنی خدمات انجام دینے پر اللہ پاک ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ ڈاکٹر نوشابہ حمید

کو سلام پیش کرتی ہوں اور ان کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ محترمہ نوشابہ حمید کی بخشش و مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ قبر اور آخرت کی تمام منزلیں آسان فرمائے۔ ان کو حضرت محمد ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کی بخشش و مغفرت عطا فرمائے آمین۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ ہمارے دین کی حفاظت فرمائے، سب فیملیز کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھے اور پریشانی کا باعث بننے والے معاملات کو ان سے دور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل حضرت محمد ﷺ سچی محبت سے سرشار فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کورونا وائرس کو ملک پاکستان اور پوری دنیا سے ختم فرمادے۔ اللہ تعالیٰ آقا علیہ السلام کی پوری امت کو ہر قسم کی ناگہانی آفات و بلیات سے محفوظ فرمائے۔ پریشانیوں کو دور فرمائے، ہم سب کو تقویٰ و طہارت والی زندگی عطا فرمائے، ہماری اولادوں کو نیک و صالح بنا۔ ہمارے بچوں کو آقا علیہ السلام اور حسنین کریمین علیہم السلام کا سچا غلام اور عاشق بنا۔

اللہ تعالیٰ ہماری بیٹیوں کو سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے نقش قدم پر چلائے۔ پاکستان میں جو لوگ بیروزگار فارغ بیٹھے ہیں ان کو اچھے روزگار عطا فرما۔ بیماروں کو شفا کاملہ عطا فرما۔ قرض داروں کو قرض سے نجات عطا فرما۔ جن کی اولاد نہیں ان کو صحت، سلامتی، درازی عمر والی اولاد عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف فرما۔ ہماری نمازوں میں باقاعدگی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تہجد پڑھنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام کو صحت و سلامتی کے ساتھ درازی عمر عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ تحریک منہاج القرآن کے تصدق سے عظیم مشن کی حفاظت فرما۔ حاسدین کے شر سے محفوظ فرما۔ باری تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرما۔ باری تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول و منظور فرما۔ باری تعالیٰ ہمیں نیک تقویٰ طہارت اور پاکیزہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ یا کافی الحاجات۔ آمین

محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری

ڈاکٹر نوشابہ حمید منہاج القرآن ویمن لیگ کی بہنوں کے لیے مشفق ماں کا درجہ رکھتی تھیں

اللہ رب العزت کے بے پایاں لطف و کرم اور احسان عظیم، حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق سے اور حضور سیدی شیخ الاسلام کی توجہات کے طفیل سے آج ہم اس تقریب میں ہماری بہت پیاری بہن، منہاج القرآن ویمن لیگ کی عظیم ورکر، رہنما اور مشفق شخصیت ڈاکٹر نوشابہ حمید کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔ میں منہاج القرآن ویمن لیگ کو اس تقریب کے انعقاد پر مبارکباد دیتی ہوں کہ انہوں نے ڈاکٹر نوشابہ حمید کی عظیم خدمات کے اعتراف میں یہ تقریب منعقد کی۔

آج ڈاکٹر نوشابہ حمید کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔ ان کی حضور شیخ الاسلام کے ساتھ بے پناہ عقیدت، تحریک منہاج القرآن کے ساتھ عمر بھر وابستگی اور اس عظیم مشن کے ساتھ ان کی وفاداری، عظیم کاوشوں اور انتھک محنت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نوشابہ حمید نے ساری زندگی تحریک کی ذمہ داریوں سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ وہ اعتکاف میں معتکفات کے لیے نہ صرف میڈیکل کیمپ کا اہتمام کرتیں بلکہ خود بھی ہمدردی کے ساتھ کیمپس میں شریک ہوکر خواتین کا چیک اپ کرتی تھیں۔ پھر ان کی شخصیت کی خوبصورت بات یہ ہے کہ ساتھ کام کرنے والی ڈاکٹرز کا بہت خیال رکھتی تھیں۔

ڈاکٹر نوشابہ حمید کی شخصیت کا ایک خوبصورت پہلو یہ بھی ہے کہ بے شک ان کی صحت و عمر اجازت نہیں دیتی تھی پھر بھی انہوں نے کبھی اپنی ذمہ داریاں ترک نہیں کیں بلکہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ میں جب شادی کے بعد پاکستان شفٹ ہوئی تو ویمن لیگ کی جس رہنما سے میری سب سے پہلے ملاقات ہوئی وہ ڈاکٹر نوشابہ حمید تھیں۔ آپ جس شفقت و محبت سے ملیں وہ انداز مجھے آج بھی یاد ہے ان کی گفتگو عمومی باتوں سے ہٹ کر حضور شیخ الاسلام سے عقیدت اور میری مشنری زندگی اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی ورکنگ

پر مبنی تھی۔ ان کی خاص بات یہ تھی کہ وہ مشن کا درد رکھنے والی خاتون تھیں۔ وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتیں کہ ہمیں کس طرح مشن کو فروغ دینا چاہیے۔ وہ ہمیشہ بہتری اور اصلاح کے لیے تجاویز دیتیں۔ کبھی بے جا تنقید نہیں کرتی تھیں۔ ڈاکٹر نوشابہ حمید خوش قسمت خاتون تھیں کہ اپنی آخری سانس تک مشن سے وابستہ رہیں اور ذمہ داریاں سرانجام دیتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو اس مشن کے ساتھ استقامت، وفاداری اور اخلاص کے ساتھ آخری سانس تک جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترمہ فضہ حسین قادری

ڈاکٹر نوشابہ حمید کی مشن پر استقامت سب بہنوں کیلئے مشعلِ راہ ہے

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔

''اور آپ اپنے رب کے نام کا ذِکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہیں۔'' (المزمل،۷۳:۸)

محترمہ ڈاکٹر نوشابہ حمید صاحبہ منہاج القرآن کا ایسا باب ہیں جو اپنے اختتام کو تو پہنچ گیا لیکن اس باب کا ایک ایک صفحہ کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ اس باب کا ایک ایک صفحہ یادوں سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کا کردار آپ کا اخلاق آپ کی بے لوث خدمت دین کے لیے، آپ کی جتنی قربانیاں ہیں تحریک کے ساتھ اور قائد تحریک کے ساتھ جو عقیدت تھی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ رب العزت ان کے صدقے سے ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی استقامت کے ساتھ تحریک منہاج القرآن کے ساتھ وابستہ رہیں اور دلوں میں حضور شیخ الاسلام کی محبت اور اس تحریک کی محبت اور وابستگی مرتے دم تک ہمیں نصیب ہو۔ اللہ رب العزت محترمہ نوشابہ حمید صاحبہ کو تاجدار کائنات ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ڈاکٹر صاحبہ یقیناً ایسی ہستی ہیں جن کو ہم یاد بھی کریں اور بات بھی کریں اس کا حق نہیں ادا کرسکتے۔

لیکن اگر کوئی یہ پوچھے ڈاکٹر صاحبہ کو چند الفاظ میں یاد کریں تو وہ چند الفاظ کیا ہوں گے؟ جو آپ کے ذہن میں آئیں، ابتداء میں جو آیت کریمہ تلاوت کی وتبتل الیہ تبتیلا وہ لفظ ہے جس میں سے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا اسم مبارک بتول کو اخذ کیا گیا ہے۔ ہر ایک سے کٹ کر اسی کی ہوجانا۔ ڈاکٹر نوشابہ کیا تھیں ہر ایک سے کٹ کر اپنے رب کی ہوئیں۔ انہوں نے اپنے شب و روز قربان کردیئے۔ اس تحریک کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی قربان کردی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے جن جن ذمہ داریوں پر بھی کام کیا ہے مجھے جو چیز بہت مسحور کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آج کے دور میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جن میں آپ استقامت پائیں گے۔ ڈاکٹر صاحبہ جس بھی ذمہ داری پر رہیں، وہ منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرپرستی ہو، وہ گوشہ درود کے ویمن سیکشن کی ذمہ داری ہے، وہ آغوش میں مدرسیکشن کی ہو، ہر سال اعتکاف میں میڈیکل کیمپ کی ہر ذمہ داری انہوں نے بخوبی نبھائی۔ ان کے چالیس سالہ سفر میں کوئی شخص ایسا نہیں جو کہہ سکے کہ وہ ڈگمگائیں اپنے رستہ سے ہٹیں بلکہ انہوں نے ہمیں بھی استقامت سکھائی۔

ہر ایک کو نصیحت کی اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے۔ میں ان تمام سینئر ممبر کو داد دیتی ہوں جنہوں نے تحریک کے لیے قربانی دی اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی سنت پر عمل کیا۔ وہ کیسے کہ جب ڈاکٹر نوشابہ کو روضہ المخلصین میں دفن کرنے کی بات کی گئی تو حضور سیدی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سینئر ممبر سے پوچھ لیں کہ کیا کوئی ان سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک بہن نے کہا کہ ہماری قربانیاں ڈاکٹر نوشابہ سے بڑھ کر نہیں۔ دیکھیں اس دنیا میں ہمارا گھر ہے جسے ہم سجاتے اور سنوارتے ہیں، جس پر ہم پیسہ خرچ کرتے ہیں، انسان اس گھر میں کتنا عرصہ رہتا ہے؟ زیادہ سے زیادہ 50، 60، 70، 80 سال یہ مختصر سی زندگی ہے۔ اس گھر کو ہم اتنا سجاتے ہیں تو قیامت سے پہلے اور بعد میں جو ہمارا گھر ہوگا جس میں ہم نے طویل

عرصہ گزارنا ہے۔ وہ گھر ہماری عظیم بہنوں نے ڈاکٹر نوشابہ حمید کے لیے قربان کردیا۔ میں ان بہنوں کے جذبوں پر مبارکباد دیتی ہوں کہ ان بہنوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سنت پر عمل کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ سیدہ حضرت عائشہؓ کی سنت کیسے ہوگئی؟ وہ ایسے ہوئی جب سیدنا عمر فاروقؓ جب آپ شہادت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے درخواست کی امہات المومنین جو آپ نے اپنے لیے جگہ مختص کی ہے۔ آپؐ کے حجرہ مبارک میں تاجدار کائناتﷺ کے پہلو میں۔ آپ نے اپنی قبر مبارک کی جو جگہ رکھی ہے آپ وہ مجھے عنایت کردیں۔ اتنی بڑی قربانی کے تاجدار کائناتﷺ کے پہلو میں دفن کون چھوڑ سکتا ہے۔ اتنی بڑی قربانی کون دے سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے یہ نہیں سوچا کہ میں بھی حضور علیہ السلام کی زوجہ ہوں۔ میرا بھی ایک مقام و مرتبہ ہے۔ میری بھی دین کے لیے قربانیاں ہیں۔ میری بھی آقا علیہ السلام کے لیے قربانیاں ہیں۔ آپ نے یہ دیکھا سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے دین کے لیے کتنی قربانیاں ہیں۔ آپ کتنی جنگوں میں لڑے ہیں۔ آپؓ نے حضور علیہ السلام کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیا ہے۔ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ لمحہ آقا علیہ السلام کے لیے قربان کردیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے وہ جگہ جو تاجدار کائناتﷺ کے پہلو میں ہے وہ حضرت عمر فاروقؓ کو دے دی۔ یہ اتنی بڑی قربانی ہے جس پر آج منہاج القرآن کی سینئر بہنوں نے عمل کیا ہے۔ میں آپ سب کو مبارک پیش کرتی ہوں۔ اللہ پاک ہم سب پر اپنا لطف و کرم فرمائے۔

محترمہ فرح ناز (صدر ویمن لیگ)

ڈاکٹر نوشابہ حمید کے خوبصورت تذکرے ہمارے حوصلوں کی تقویت کا باعث بنے ہیں

ہماری قیادت اپنے ساتھ چلنے والوں کے لیے محبت کرنے والوں کے ساتھ کس طرح سے قدر دان ہے کس طرح سے قدر شناس ہے۔ دنیا میں تو تذکرے سب ہی کرتے ہیں لیکن دنیا سے چلے جانے کے بعد اتنے پیارے تذکرے، اتنے پیارے پیغامات اتنی پیاری حوصلہ افزائی اور ایسی عزت افزائی شاید ہی کسی کو ملی۔ شاید ہی کسی تنظیم وتحریک میں دی جاتی ہے۔ اس پر ہم جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔

امی جان نے ڈاکٹر نوشابہ کے لیے جو پیغام ریکارڈ کروایا وہ اپنی یاداشت سے ریکارڈ کروایا جو دن رات، ماہ، سال ان کے ساتھ گزرے یہ مختصر سا خلاصہ کا اظہار جو انہوں نے خود کیا۔ اس سے ہمارے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔ یہ یاد رکھئے ہم سب کا فیصلہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے اوپر کیے جانے والے تذکرے پر ہونا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے فرشتوں کو بھیجا جائے گا کہ جاؤ دیکھو اس کے بارے میں تذکرہ کیا جارہا ہے اس کے بارے میں لوگ باتیں کیسی کررہے ہیں۔ آج جو ڈاکٹر نوشابہ کے بارے میں باتیں جو تذکرے کیے جارہے ہیں۔ یہ ان کے درجے بلند کررہے ہیں یہ ان کو سرخرو کررہے ہیں۔

جب ہماری قیادت اپنے کارکنان کے اس خوبصورت انداز میں تذکرے کرے گی۔ جب شہادتیں موصول ہونے لگیں گی۔ یہ شہادتیں یہ گواہیاں ہمیں یقین ہے کہ ہمیں بچالیں گی۔ یہ ہماری ڈھال بنیں گی، یہ ایسی وادی میں لے جائیں گی جہاں اللہ کی محبتیں، اس کے نظارے اور اس کے محبوب کی سنگتیں ہوں گی۔ ایک چھوٹا سا تذکرہ میں سمجھتی ہوں امانت ہے۔ میں بھی کردوں۔ ایک بات ان کی جو میں نے کبھی کسی اور خاتون میں نہیں دیکھی۔ سالوں پہلے وہ کلینک چلایا کرتی تھیں۔ تین دن کلینک کے، تین دن چھٹی ہوتی تھی۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا: آپ تین دن کلینک کرتی ہیں اور دو دن یہاں پر آتی ہیں۔ آپ کلینک چھوڑ دیں۔ آپ کی صحت کیسے اجازت دیتی ہے؟ جو انہوں نے جملہ بولا اس نے میرے اندر خواہش پیدا کردی۔ میں جو تین دن کام کرتی ہوں۔ وہ دو دن یہاں آکر خرچ کرتی ہوں۔ مجھے جو مزہ آتا ہے وہ کوئی جان سکتا۔ میں نے

نہیں دیکھا کہ کوئی کما کر خرچ کرتا ہو۔ خود آکر اپنے ہاتھوں سے اور ایسا بھی نہیں کہ آکر Donation جمع کروارہی ہوں۔ اور رسید لے رہی ہوں۔ وہ بڑا چھپا ہوا ڈونر تھیں۔ وہ آتیں اور دیکھتیں کسی کو بھوک لگی ہے کھانا منگواتی تو بہت سارا منگواتی۔

میری ان سے آخری ملاقات 4 جون کو ہوئی۔ ہم اکٹھے گھر گئے مجھے گاڑی میں بیٹھتے بولی آج کا دن بھول گئی ہو۔ میں نے کہا آج کیا تاریخ ہے؟ کہنے لگی 4 جون۔ میں نے کہا Happy Birthday۔ میں کیک کاٹنا بھول گئی۔ ہم ان کی سالگرہ منایا کرتے تھے۔ خوش لباس، خوش انداز تھیں، خوش اخلاق تھیں۔ آپ ان خاندان میں سے تھیں جن کا بہت کم یہاں پر آنا تھا۔ لیکن ان کے گھر والوں نے ان کے کہنے پر سپورٹ کیا۔ ان کی ہمت بندھے رہے ان کی طاقت بندھے رہے۔ جب بزرگ ہمارے ساتھ نہیں ہوں گی۔ جب ہم پروگرام میں ان کو بٹھاتے تو ہمیں لگتا کہ ہمارا سٹیج بھر گیا۔ آنٹی نوشابہ کے درجات بلند ہوں۔ آج ان کو بہت سی گواہیاں اور شہادتیں مل گئیں۔ آج وہ بہت خوش ہوں گی ان کی روح بہت توانا ہوگی۔ ان شاء اللہ ہم بھی ان کے پاس جانے والے اور ان سے ملنے والے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

محترمہ مسز فریدہ سجاد، انچارج ویمن سیکشن (FMRi)

ڈاکٹر نوشابہ حمید مرحومہ، پیکرِ مہر و وفا

موت ایک ایسی تلخ اور اٹل حقیقت ہے جسے انسان چاہ کر بھی جھٹلا نہیں سکتا۔ جو روح اس دنیا میں آئی ہے، اسے ایک نہ ایک دن لوٹ کر واپس بھی جانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔

موت برحق ہے لیکن اس کا کوئی وقت مقرر نہیں، عموماً یہ نظر آتا ہے کہ جب نیک ہستیوں کا وقتِ آخر آتا ہے تو ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرنے سے قبل بامرِ ربی ایسی باتیں کرنے لگتی ہے، جو اس کے چاہنے والوں کی نصیحت اور مشکل راہ کا سامان کر جاتی ہے۔ محررہ، ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) سے جڑی اپنی یادیں قارئین کی نظر کرنے سے قبل دنیا بھر میں تحریک منہاج القرآن کی جملہ رفقاء اور تنظیمات کی جملہ کارکنان، جن کا تعلق اور واسطہ عملی طور ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) کے ساتھ رہا، ان کے ساتھ اظہار تعزیت کرتی ہے۔

محررہ کا آنٹی جی سے رابطہ شعور کی آنکھ کھولتے ہی ہوگیا تھا اور یہ وہ وقت تھا جب میری والدہ مجھے محمد علی صاحب کے گھر شیخ الاسلام کا درسِ قرآن سنوانے کے لیے جایا کرتیں تھیں۔ اس وقت میں آنٹی جی کو ایک بااخلاق اور پُر وقار خاتون کے طور پر جانتی تھی۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تعلق رفاقت میں بدل گیا اور پھر میری خوش نصیبی کہ وہ کم و بیش 25، 26 سال جن میں 21 سال مرکز، 3 سال لاہور اور 2 سال فیلڈ میں منہاج القرآن ویمن لیگ کی تمام تر سرگرمیوں اور مختلف events میں میری شریک سفر رہیں۔ یوں تو ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) اپنی خوبیوں، اپنے اخلاق، اپنی وفاداری، اپنی استواری اور اپنے کام کی صلاحیت میں رات دن مشن کے لیے قربانی میں یکتا اور اپنی مثال آپ تھیں۔ لیکن میرے نزدیک ان کی درج ذیل تین خوبیاں:

1۔ باکردار　　2۔ باہمت　　3۔ باوفا

نہایت ہی اہم ہیں۔ جنہوں نے مجھے متاثر کیا اور میں نے بھی ان خوبیوں کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔

1۔ باکردار:

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) کی شخصیت کیسی تھی؟ تو مرحومہ انتہائی شفیق، پرہیزگار اور صورت و

سیرت کے لحاظ سے باکردار خاتون تھیں اور اس سے بھی بڑھ کر مخلص فنا فی تحریک تھیں۔ آپ بہت سے عہدوں پر فائز رہیں جیسا کہ:

صدر منہاج القرآن ویمن لاہور، سرپرست منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان، آغوش میں بطور صدر، گوشہ درود میں بطور منتظمہ، الیکشن کے دور میں حلقہ 127 کی نگران

اس عرصہ کے دوران میرے کانوں اور میری آنکھوں نے کبھی بھی ان کے کردار پر انگلی اُٹھتے نہیں دیکھی۔ یقیناً یہ تحریک اور قائدتحریک کی تربیت اور نیک صحبت کا فیض تھا کہ نہ صرف ان کی حیات میں بلکہ بعد از وصال بھی نہ صرف ان کے پاکیزہ کردار کی گواہی دیتے نظر آئے اور یہ کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بڑا کرم اور فضل تھا کہ وہ مشن کی خدمت میں فنا ہوکر اپنی دنیا و آخرت سنوار گئیں۔

2۔ باہمت:

ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) نے اپنی زندگی کے 35، 36 سال خواتین اور مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ تحریک کا کام کرتے گزارے ہیں۔ آپ باہمت، حوصلہ مند اور نڈر خاتون تھیں۔ آپ تحریک اور مشن کے ساتھ انتہائی مخلص تھیں۔ میں نے اپنی زندگی میں تحریک کے مختلف ادوار میں کئی کارکنان کو ڈگمگاتے اور تحریک سے پیچھے ہٹتے دیکھا، لیکن ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) مجھے اول دن سے تادم آخر مشکل اور کٹھن حالات میں بھی ہر محاذ پر ہمیشہ استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹی نظر آئیں۔ مجھے ان کی ہم راز ہونے کا بھی شرف حاصل رہا ہے۔ وہ اپنے دل کی ہر بات خواہ تحریک سے متعلق ہوتی یا گھر سے، مجھ سے ضرور شیئر کرتیں۔

ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد جب FMRi میں مجھ سے ملنے آئیں تو خوش بھی تھیں اور اداس بھی، کہنے لگیں لوگوں کو ہمارے قائد کی کب سمجھ آئے گی۔ وہ تو دن رات دین کی سربلندی کے لیے نہ اپنی صحت کا خیال رکھ رہے ہیں اور نہ اپنی جان کی پرواہ کر رہے ہیں۔ پھر اپنے آپ کو بھی کوسنے لگیں اور کہنے لگیں کہ ہم بھی تو اپنے فرائض کا صحیح حق ادا نہیں کر رہے۔ ہمیں کب سمجھ آئے گی۔ ان کی ان باتوں میں اس قدر درد اور سوز تھا کہ مجھے بھی اپنے اعمال پر پشیمانی ہونے لگی، لیکن میں انہیں حوصلہ دیتی رہی کہ آنٹی جی یہ درد اور قائد کی پہچان ہر ایک کے نصیب میں نہیں۔ متفکر ہوتے ہوئے انتہائی درد اور دل سوز انداز میں مجھے کہنے لگیں کہ میرے قائد، میرے شیخ و مربی کو، کاش کوئی میری آنکھ سے دیکھے کہ یہ ہستی کیا ہے۔ غصہ بھی کرنے لگیں کہ کیا فائدہ ہوگا اگر ہم نے اپنے قائد کی حیاتمیں ان کی قدر نہ کی اور بعد از وصال روئیں اور مزار پر حاضریاں دیں۔ میں تو بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے قائد کو عمر خضر عطا فرمائے اور مجھے ان کی حیات میں ہی اپنے پاس بلا لے۔ یہ صدمہ میرے بس کی بات نہیں اور زار و قطار رونے لگیں۔

معزز قارئین! ان کی پریشانی اور اداسی کا مطلب ہرگز یہ نہ ہوتا کہ وہ مایوس ہوکر ایسا سوچتی تھیں۔ نہیں! ہرگز نہیں، یہ ان کی فکر اور درد تھا جس کا وہ مجھ سے اکثر و پیشتر اظہار کرتیں۔ ان کی ہمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے جو وہ مجھ سے اکثر کہتیں کہ ہم نے اپنے حصہ کا دیا جلانا ہے، ہمیں اپنے قائد کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ ان کا دست و بازو بننا ہے۔ ان کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کے سامنے بلند و بالا مضبوط پہاڑ بننا ہے اور مجھے بھی نصیحت کرتیں کہ تحریکی زندگی میں کبھی ہارنا نہیں، اپنے قائد کا دست و بازو بنتے ہوئے ان کے ساتھ تحریک کے ہر سفر میں شامل رہنا ہے، خواہ جیسے بھی حالات آ جائیں، مخالف آندھیاں چلیں، آپ نے ڈگمگانا نہیں ہے۔ زندگی کے ہر سانس تک تحریک اور قائدتحریک کی دعوت دوسروں تک پہنچاتے رہنا ہے۔ آپ جو دوسروں کو نصیحت کرتیں، خود بھی اس پر عمل کرتیں۔ ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) تادم آخر لوگوں تک دین کی دعوت پہنچاتی رہیں اور ان کی دلی آرزو بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت کو پہنچی کہ وہ اپنے قائد، شیخ اور مربی کی حیات میں ہی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگئیں۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

3۔ باوفا:

کسی انسان کی شخصیت اس کی ظاہری و باطنی اور اکتسابی خصوصیات Personality attributes کا مجموعہ ہوتی ہے، یعنی انسان کا کردار اور اس کی فکر اس کی شخصیت کی ترجمان ہوتی ہے۔ انسان اس دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن اپنی فکر اور اپنے کردار سے اپنی شخصیت کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ جاتا ہے۔ ڈاکٹر نوشابہ (مرحومہ) تحریک اور قائد تحریک کی ہمیشہ وفادار رہیں اور حق بات کہنے سے کبھی نہ ڈریں۔تحریک کے کئی معاملات میں ان کو چپ رہنے اور وقت کے دھارے کے مطابق چلتے رہنے کا کہا جاتا، لیکن وہ کہاں ماننے والی تھیں، وہ کہتیں

مجھے طوفانوں حوادث سے ڈرانے والو   حادثوں نے تو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے

اس کے علاوہ جو کارکنان آپس کی رنجش اور چپقلش کی وجہ سے تحریک سے دور ہو جاتے، تو آپ بڑی حکمت کے ساتھ ان کی صلح کرواتیں، ٹوٹے دلوں کو جوڑتیں اور مشن تحریک کا کام کرنے پر آمادہ کرتیں، آپ ہمیشہ کہتیں کہ

☆ یہ تحریک ایک تسبیح کی مانند ہے، اس کو بکھرنے نہ دو۔

☆ ہمارے شیخ نے فرمایا: ادارہ منہاج القرآن حضور کا مہمان خانہ ہے۔ اس مہمان خانے کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لو اس سے بے وفائی کبھی نہ کرنا۔

آپ کی ہمت اور مشن کے ساتھ حق و وفاداری تھی کہ تادمِ آخر اپنی گوشہ درود ڈیوٹی پر حاضر رہیں اور جمعہ کو کہہ کر گئیں کہ میں اب پیر کو آؤں گی اور وہ مر کے بھی اَمر ہو گئیں کہ پیر کو ان کا نمازِ جنازہ مرکزی سیکرٹریٹ پر ہوا۔ وہ مرنے کے بعد بھی اپنا وعدہ وفا کر کے اَمر ہو گئیں اور ان کو روضۃ الصالحین میں مدفن ہونے کا شرف ملا جس کے بارے میں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ دنیا میں صرف ایک خاتون کو اعزاز ملا جو ڈاکٹر نوشابہ مرحومہ کے حصے میں آیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مرحومہ کی بخشش و مغفرت فرمائے، ان کی آخرت کی منزلیں آسان فرمائے اور اعلیٰ علیین میں بلند مقامات عطا فرمائے۔

محترمہ ڈاکٹر توقیر رعنا

ڈاکٹر نوشابہ حمید حیا، عظمت اور سخا کا پیکر تھیں

محترمہ ڈاکٹر نوشابہ حمید اس لائق تھیں کہ اتنی پیاری شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔ دراصل میں پہلی بار 2018ء میں اعتکاف میں آئی تھی ان دنوں محترمہ ارشاد اقبال لاہور کی صدر تھیں انہوں نے مجھے دعوت دی کہ شہر اعتکاف میں آئیں تو سہی جب آئی تو گلہائے رنگا رنگ دیکھنے کو ملے تو پیار، محبت، شفقت و انس کا ماحول دیکھا تب سے میں اعتکاف گھر میں نہیں بلکہ شہر اعتکاف میں کرتی ہوں۔ یہ ساری خوبصورتی شیخ الاسلام کے دم قدم سے ہے۔ڈاکٹر نوشابہ جیسی بہنوں کے دم قدم سے ہے۔ جب میں پہلی بار شہر اعتکاف میں آئی تو میری طبیعت خراب ہوگئی تو ارشاد باجی مجھے کہنے لگی کہ آپ میڈیکل کیمپ میں چلے جائیں میں نے کہا میڈیکل کیمپ میں دیکھنے والا ہوتا ہے۔ میری عادت ہے نئی جگہ سے میں تجربات اکٹھے کرتی ہوں یہاں کا ماحول اور لوگ ان کے خیالات کیسے ہیں جو تحریک کی بات کرتے ہیں تحریک ان کے اندر بھی اتری ہوئی ہے میں ان کے پاس چلی گئی ڈاکٹر نوشابہ بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا مسئلہ ہے میں نے کہا طبیعت خراب ہے بڑی شفقت سے مجھے میٹھا پانی پلایا۔ میرے مسئلہ کو سنا وہ لمحہ اس وقت بھی مجھے یاد آرہا ہے۔تحریک ان کے اندر مجھے اتری ہوئی دکھائی دی ایسی عظیم خاتون میں سمجھتی ہوں کہ یہ تحریک کا ہی نقصان نہیں ہوا یہ عظیم ہستیوں میں سے ایک ہستی ہیں جو ہم سے بچھڑ گئی ہیں۔

اللہ رب العزت انہیں لحہ لحہ اور کروٹ کروٹ جنت الفردوس کی ہوائیں اور فضائیں وسعت اور نور عطا فرمائے۔ ان

کی ایسی بخشش فرمائے جب حشر میں اپنے قائد، مربی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے سنگ عالم برزخ کا سفر طے کر کے انہیں وہ بھی منور اور نورانی مکھڑے کرائیں میری دعا ہے ان کے اہل خانہ اور ہم سب کو ان کے لیے ہمیشہ مغفرت کی دعا کرنے کی توفیق عطا کیے رکھے۔عظیم خاتون بھی ہمیں ایک عظیم بہن بھی تھیں ایک عظیم ساتھی بھی تھیں ان کے اندر ساری خوبیاں تھیں جس طرح ایک گلدستہ ہو اور مختلف پھول رکھے ہوں وہ خوشبو دیتے ہیں ان کی اپنی اپنی بہار ہوتی ہے۔ وہ ساری جہتیں ان کی ایک شخصیت کے اندر ہمیں نظر آتی ہیں۔ وہ عظمت کا پیکر بن کر حیا کا پیکر بن کر سخا کا پیکر بن کر اس دنیا سے گئی ہیں جن کے لیے اتنی تعریفیں یہاں پہ ہو رہی ہیں ان کا اگلا حشر کتنا خوبصورت ہوگا اور دعا ہے اللہ کریم ان کے بے حد وحساب درجات بلند فرمائے۔

محترمہ عائشہ مبشر:

ڈاکٹر نوشابہ حمید کی ساری زندگی مصطفوی مشن کے نام وقف رہی

منہاج القرآن ویمن لیگ جو آج ایک تناآور درخت کی مانند ہے آج سے 33 سال قبل اس کی پنیری حضور سیدی شیخ الاسلام نے جن پیکران اخلاص و ایثار، منبع عشق و وفا، بادۂ تسلیم و رضا کے ذریعے لگائی ان میں ایک بے حد پیاری، دلنشین، مرقع محبت و مودت ہستی تمام ویمن لیگ کو ہمہ وقت اپنی مادارانہ مشفقانہ دھوپ، چھاؤں میں نمو دینے والی شخصیت جو 21 جون 2021ء کو ہم سے جدا ہوئیں اور اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ آپ کی زندگی قائد تحریک اور تحریک کے نام وقف رہی۔ آپ کی اس دار فانی سے رحلت بہت سے زندہ افراد کے لئے باعث رشک بنی، آپ کی زندگی کا مقصد مکین گنبد خضریٰ ﷺ سے تعلق کی استواری رہا۔

تحریک اور قائد تحریک سے آپ کی محبت اطاعت و ادب کے دائرے میں ایسی مقید تھی کہ

آپ کا عشق کبھی جذب و مستی کا شکار ہو کر بے خود نہیں ہوا بلکہ ایک خاتون کا وقار حیاء تقدس اور ایثار و وفا ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر رہا۔ بطور خاتون اور ایک ڈاکٹر ہونے کی حیثیت میں شب و روز کے دائرے آپ کے جذبہ خدمت دیں کے راستے میں کبھی رکاوٹ نہیں بنے۔ آپ کی گفتار، کردار اور رفتار کا مرکز ہمیشہ پنے قائد اور ان کے مشن سے عشق و وفا کا اظہار رہا۔ اپنے حال اور قال میں آپ سر تاپا مقام فنا فی الشیخ پر فائز رہیں۔ لاجواب شخصیت کی مالک آنٹی نوشابہ حمید کا اپنے قائد پر تیقن یقیناً ہمارے لئے مشعل راہ ہے اللہ پاک انکی اگلی منزلیں آسان فرمائے۔

تحریک کی اس عظیم سپاہیہ کو خراج عقیدت پیش کرنے اور انکی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے کیلئے منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام تعزیتی تقریب کا انعقاد کیا گیا ہے۔ جس میں ان کی وفا کا، ایمان کا یقین کا اور استقامت کا ذکر ہوگا۔

اپنی حیات کے آخری چند سالوں میں سر پرست ویمن لیگ ڈاکٹر نوشابہ مرحومہ گوشہ درود و سلام میں حصہ خواتین کی منتظمہ کی ذمہ داری ادا کر رہی تھی ہمہ وقت درود وسلام کے گجرے پرونا۔ ویمن لیگ کی نعت خواں ذمہ دار سے خصوصی نعت سننا ہم سب کو باقاعدگی سے گوشہ درود میں آکر درود وسلام پڑھنے کی تلقین کرنا ان کا محبوب ترین شیوہ تھا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

چرخ وفا کا مہر درخشاں نہیں رہا، اک بہترین مشفق و دوراں نہیں رہا
اس کے کمال فن کے ہیں چرچے جگہ جگہ، یعنی فسانہ رہ گیا عنواں نہیں رہا
اس بلبلِ چمن کو چمن میں نہ ڈھونڈیئے، تاجِ سخن پہ جو تھا غزل خواں نہیں رہا
شہرِ سخن نہ ایسے میں کیسے اداس ہو، تھا اس کو جس پہ فخر وہ انساں نہیں رہا

روحانی رشتوں کی کہکشاں میں زندہ رہیں اور آج جب وہ ہم میں موجود نہیں تو ان کے ذکر کو کرنے اور ان کی تذکیر سے جڑنے ان کے اخلاص کی ڈور سے مضبوطی سے بندھے اس کہکشاں کے چاند اور ستارے آج کی نشست میں شریک ہیں۔

محترمہ آسیہ سیف قادری

ڈاکٹر نوشابہ حمید ہماری وہ عظیم بہن ہیں جو ہمارے لیے سرمایہ افتخار ہیں

آج جہاں ہمارے لیے بہت ہی غم و الم کا وقت ہے وہاں ہمارے لیے مرغوبیت کا بھی موقع ہے۔ ڈاکٹر نوشابہ حمید کی پوری زندگی مشن تحریک کے لیے قائد تحریک کے لیے، منہاج القرآن کے لیے خدمات میں گزری۔ کس قدر شاندار انداز میں اس کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ بلا اختیار دل سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ رب العزت جس طرح ان کو دنیا میں خوبصورت زندگی دی اللہ رب العزت اخروی زندگی کی منزلیں بھی اعلیٰ اور آسانیاں پیدا فرمائے۔ میں باجی جان فضہ حسین قادری کی موجودگی میں اپنے قائد سے بھی اظہار تعزیت کرتی ہوں کیونکہ وہ قائد محترم کی بہت ہی مخلص پرانے ساتھیوں میں سے عظیم بہن ہیں۔ وہ جب سٹیج پر بیٹھی نظر آتیں تو دل کو سکون ملتا تھا ان کا حسین سراپا ان کی خوبصورتی پروقار شخصیت اللہ تعالیٰ نے ان کو شفقت عطا کی ایک شفیق انداز تھا کہ دل خود بخود چاہتا تھا وہ جہاں نظر آتیں اٹھ کر ان کو سلام کریں۔ ان کی دعائیں لیں، میں نے منہاج القرآن ویمن لیگ میں اتنی شفیق ہستی کسی کو نہیں پایا۔ شاید ہی سینئر، جونیئر منہاجینز میں سے کسی کو ان سے کوئی گلہ نہیں تھا۔ ان کو دیکھ کر دل کلی کی طرح خوش ہوجاتا تھا۔ اتنی محبت سے ملنا جیسے بچھڑے ہوئے پیار سے ملتے ہیں۔ یقین کریں کہ ان کی کمی ہمیشہ محسوس ہوگی وہ ان عظیم شخصیات میں ہیں جو ہمارے لیے سرمایہ افتخار تھیں جو منہاج القرآن ویمن لیگ کی پہچان تھیں۔ وہ بہت اچھی شخصیت کی مالک تھیں۔ وہ پیکر عظمت و استقامت تھیں۔ وہ ہر پروگرام میں خواہ اس کی نوعیت مذہبی ہو سیاسی ہو وہ شانہ بشانہ مردوں کے ساتھ نظر آئیں۔ اعتکاف میں میڈیکل کی طبی خدمات سرانجام دیتے نظر آتی تھیں انہوں نے کبھی اپنی صحت کی پرواہ نہیں کی۔ ان کی زندگی ان کا اوڑھنا، بچھونا اور ان کا عشق منہاج القرآن تھا۔ شیخ الاسلام کی محبت وعقیدت ان کے دل میں ایسی رچی بسی تھی کہ کسی اور چیز کا تصور ہی نظر نہیں آتا۔

محترمہ شفق مزمل (فیملی ممبر ڈاکٹر نوشابہ حمید)

ڈاکٹر نوشابہ حمید نے ساری زندگی تحریک منہاج القرآن کے نام وقف کردی

ڈاکٹر نوشابہ نے اپنی ساری زندگی تحریک منہاج القرآن کے لیے وقف کردی۔ میری شادی کو 23 سال ہوئے ہیں۔ تب سے دیکھ رہی ہوں انہوں نے نہ دن دیکھا نہ رات ہم مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتے ہیں جہاں ایک عورت کا گھر سے نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ واقعی ان کے کردار کی پختگی تھی ان کی فیملی کے ساتھ تعلق اتنا مضبوط تھا کہ وہ دن رات مشن کے لیے نکلتی تھیں دوسرے شہروں میں بھی وزٹ کرتی تھیں۔ وہ بے لوث ہوکر مشن کے کام میں لگی رہتی تھیں۔ میرے سسر ضیاء الدین ضیاء صاحب ان کو بھابھی عارفہ صاحبہ انہوں نے ان کو بہت سپورٹ کی کہ وہ اس مقام پر آئیں کہ گھریلو ذمہ داریاں ان پر نہیں ڈالی گئی ہمیں علم تھا کہ وہ دین کے کام میں مصروف ہیں وہ کردار کی اتنی مضبوط تھیں کہ فیملی میں بھی کسی نے بھی انگلی نہیں اٹھائی۔ ساری فیملی کے لیے وہ رول ماڈل رہی ہیں۔ انہوں نے مجھے بہت محبت دی۔ میری بچوں سے اتنی محبت کی میرے بچوں کو کبھی ڈانٹنے نہیں دیتی تھیں مجھے نصیحت کرتیں کہ ان کو پیار سے سمجھاؤ۔ نماز کے لیے بھی پیار سے کہو بچے ان کی کمی کو محسوس کررہے ہیں۔ یہ ہماری فیملی کے لیے بہت بڑا خلا ہے اور تحریک منہاج القرآن کے لیے بھی اللہ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کے لیے آسانیاں فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

پاکستان کا نظمِ حکومت اور میرِ کارواں کا فکری شعور

برصغیر کے مسلمان اپنی تہذیب وثقافت، زبان و ادب معاش ومعیشت اور مذہب وملت کا تحفظ چاہتے تھے

ڈاکٹر انیلہ مبشر

پاکستان کی تخلیق درحقیقت مشیت ایزدی کا نام ہے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ولولہ انگیز اور پرخلوص قیادت کا اعجاز ہے۔ پاکستان برطانوی سامراج اور ہندوؤں جیسی شاطر قوم کا مقابلہ کرکے حاصل کیا گیا۔ اس میں پوری ایک صدی کی دلخراش اور جان لیوا تگ و دو اور جدوجہد شامل تھی جو سرسید احمد خان سے شروع ہوئی اور قائداعظم محمد علی جناح پر ختم ہوئی۔ قائداعظم محمد علی جناح کو اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے دور زوال میں پیدا ہی اس لیے کیا تھا کہ ان کے ذریعے تخلیق پاکستان کا عمل ممکن بنایا جائے۔ عالم اسلام میں ریاست مدینہ کے بعد دین کی بنیاد پر دوسری ریاست قائم ہوئی۔ پروفیسر سٹینلے ولپرٹ جو قائداعظم کے بہترین سوانح نگار سمجھے جاتے ہیں آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی کتاب میں اعتراف کرتے ہیں کہ کسی محکوم ملک کو آزادا کرانا کوئی نئی بات نہیں اور کسی ملک کو فتح کرنا بھی عام سی بات ہے لیکن ایک ملک کے اندر سے پرامن طریقے سے ایک ملک تخلیق کرنا نئی بات ہے کہ محمد علی جناح نے تاریخ کا دھارا بدلتے ہوئے نقشہ عالم کو تبدیل کرکے رکھ دیا۔

برصغیر کے مسلمان اپنی تہذیب و ثقافت، زبان و ادب، معاش ومعیشت اور مذہب وملت کا تحفظ چاہتے تھے۔ ہندوؤں جیسی متعصب اور بے حوصلہ قوم سے الگ برصغیر میں مسلم اکثریتی علاقوں میں اسلامی اصول و ضوابط کا احیاء چاہتے تھے۔ خواہش کی اس شدت کو صدیوں کے تاریخی سفر میں ہندوؤں اور برطانوی حکمرانوں کے استحصالی رویے نے قدم قدم پر بھڑکایا۔ مگر ہر مرحلے پر مسلمان قوم کو ایسے قافلہ سالار میسر آتے رہے جنہوں نے قومی تشخص کی علمی و عملی وضاحت کی۔ خواہش کے اس عظیم سفر کے آخری سالار کی بات سب سے جدا تھی۔ یہ قافلہ سالار قلبِ سلیم کے مالک، اعلیٰ فکری و اخلاقی صلاحیتوں سے مزین، آئینی و قانونی رموز سے آشنا محمد علی جناح تھے جو اپنی قوم جو پشاور سے راس کماری اور قلات سے آسام تک پھیلی ہوئی تھی کے نبض شناس تھے خود حکیم الامت علامہ اقبال نے آپ کی بلند کرداری اور اعلیٰ خوبیوں کا اعتراف کیا ہے اور فرمایا کہ

"آج ہندوستان میں مسٹر جناح سے بڑا مسلمان کا کوئی رہنما نہیں اور یہ کہ وہ میرے افکار اور نظریات پر عمل پیرا ہیں۔"

قائداعظم ایک نہایت متحرک انسان تھے۔ آپ نے قوم کو کام کام اور کام کا جو پیغام دیا آپ خود اس کی عملی تفسیر تھے۔ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد آپ نے ملک بھر کے انقلابی دورے کیے اور اپنے وسیع علم، تجربے اور بصیرت کی بنیاد پر اپنی تقاریر اور فرمودات میں قوم کی رہنمائی کے اصول وضوابط بیان کیے۔ خاص طور پر قیام پاکستان کے بعد آپ نے خرابی صحت کے باوجود ایک لمحے کے لیے آرام نہ کیا۔ اس دوران آپ نے مختلف تقریبات کے موقع پر جو بیانات دیئے اور خطابات سے قوم کو نوازا اگر انہیں مرتب کرلیا جائے تو پاکستان کو رہنمائی کے لیے کسی دوسرے منشور کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے فرمودات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ پاکستان میں کیسا نظم

حکومت چاہتے تھے اور آپ کے ذہن میں پاکستان کو کس قسم کی اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنانے کا تصور موجود تھا۔

قائد کی نظر میں حصول پاکستان بذات خود منزل مقصود نہ تھا بلکہ امت مسلمہ کے لیے حصول مقصد اور منزل مراد پالینے کا ایک ذریعہ تھا۔ آپ ریاست مدینہ کی طرز پر ایک ایسی ریاست کا قیام چاہتے تھے جہاں مدنی سیاست و معاشرت کے نمونہ کی پیروی کی جائے۔ امت مسلمہ اپنی مذہبی اقدار، فکری شعور، تہذیب و ثقافت اور اسلامی اصولوں پر مبنی ایک ایسے نظم حکومت کو فروغ دے جہاں ہر شہری کو مساویانہ حقوق حاصل ہوں جہاں مساوات، رواداری اور عدل و انصاف کے اعلیٰ و ارفع اسلامی اصولوں پر عمل کیا جاتا ہو۔

عصر حاضر میں نئی نسل کو یہ باور کروانے کی اشد ضرورت ہے کہ خالق پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے نزدیک تصور پاکستان کی حقیقت اور نظم ریاست کے معاملات کیا تھے؟ نسل نو کے لیے غلط فہمی کی صورت اس وقت جنم لیتی ہے جب چند حلقے یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ بابائے قوم پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کے خواہاں تھے۔ اس سلسلے میں آپ کے خطبہ صدارت کا حوالہ دیا جاتا ہے جو آپ نے 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں دیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ

''آپ آزاد ہیں آپ عبادت کے لیے مندروں میں جانے کے لیے آزاد ہیں، آپ اپنی مسجدوں میں جانے میں آزاد ہیں، آپ مملکت پاکستان میں اپنے عقیدے کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ خواہ کسی مذہب، فرقے یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں امور مملکت کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم اس زمانے میں آغاز کررہے ہیں جبکہ دو فرقوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا جبکہ ایک فرقے کو دوسرے فرقے پر رنگ نسل کی وجہ سے ترجیح نہیں دی جاتی۔ ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کررہے ہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور برابر کے شہری ہیں۔''

جب آپ کے مخالفین نے 11 اگست 1947ء کے خطبہ صدارت کو بنیاد بنا کر آپ کے بارے میں رائے قائم کی کہ آپ قوم پرست ہیں اور پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو شدید افسوس ہوا اور آپ نے اس کے جواب میں ایک وضاحتی بیان دیا جو کہ 25 جنوری 1948ء کے اخبارات میں شائع ہوا۔ آپ نے فرمایا:

''وہ ان لوگوں کی ذہنیت نہیں سمجھ سکتے جو دیدہ دانستہ اور شرارت سے یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ میں ایسے لوگوں کو جو گمراہ ہوچکے ہیں بتانا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی خوف نہیں ہونا چاہیے۔''

اس بیان سے واضح ہوجاتا ہے کہ آپ نظم ریاست کو اسلام کی روادارانہ پالیسی پر چلانا چاہتے تھے۔ آپ نوزائیدہ اسلامی مملکت سے وابستہ تمام شہریوں کو بلا لحاظ مذہب و نسل مساوی شہری، آئینی و قانونی حقوق دینا چاہتے تھے تاکہ ہندوستان میں موجود مسلم اقلیت کے ساتھ بھی مساویانہ سلوک روا رکھا جائے۔ پاکستان میں اس وقت مسلم آبادی کا تناسب 95 فیصد سے زیادہ تھا۔ اس عددی اکثریت کو سیکولرازم کے راستے پر ڈالنا ممکن نہ تھا اور نہ ہی قائد کے ذہن میں ایسا کوئی تصور موجود تھا۔ قیام پاکستان سے پہلے اور حصول پاکستان کے بعد مختلف مواقع پر آپ کے ایسے بیانات موجود ہیں جن میں آپ نے دوٹوک الفاظ میں وضاحت کی کہ پاکستان کا نظم حکومت قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ہوگا۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے نظم حکومت کا ذکر کرتے ہوئے 7 اپریل 1948ء کو پشاور میں قبائلی جرگے سے خطاب میں فرمایا:

''میں نے جو کچھ کیا اسلام کے ادنیٰ خادم کی حیثیت سے کیا۔ میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے اور اپنی قوم کی ہر ممکن مدد کی ہے۔ ہمیشہ میری کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو متحد رکھوں۔ ہم مسلمان ایک خدا، ایک کتاب یعنی قرآن مجید اور ایک پیغمبر پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہماری اسلامی مملکت ہے اور اسلامی حکومت ہے۔''

اسی طرح آپ نے قرآن و سنت کی روشنی میں پاکستان کے نظام حکومت کو تشکیل دینے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے مارچ 1943ء میں فرمایا:

''ایک دفعہ قوت ہمارے ہاتھ میں آجائے تو ہم سب بھائیوں کی طرح ایک میز پر بیٹھ کر سوچیں گے کہ بحیثیت

مسلمان حالات اور رنگ ڈھنگ کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں ہمارے لیے کون سا نظام بہتر ہے۔''

اگرچہ قائداعظم کا طرز معاشرت اور بودو باش 1937ء سے پہلے تک مغربی انداز و اطوار کے زیر اثر تھا تمام تر ظاہری مغربیت کے باوجود آپ سچے مسلمان اور اسلامی اصولوں اور عقائد پر کامل یقین رکھتے تھے اور ملک کو قرآن و سنت کے اسلامی ضابطوں کے مطابق چلانے کے خواہاں تھے۔ آپ کے سیاسی تصورات کی بنیاد جمہوریت اور اسلامی جمہوریت پر قائم تھی۔ آپ پاکستان کے لیے جمہوری نظام کو موزوں قرار دیتے تھے اور ایسے نظام حکومت کے خواہش مند تھے جو لوگوں کی مرضی کے مطابق چلایا جاسکے جس نظام میں مملکت کا ہر شہری مستفید ہو اور جہاں باشندوں میں کسی قسم کی تفریق نہ ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ملک کے مسلمانوں کو جمہور کی بھاری اکثریت کی حیثیت سے اس بات کا پورا موقعہ حاصل ہو کہ وہ مملکت کی پالیسیوں کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں۔

آپ شخصیت کی حکمرانی کی بجائے قانون کی حاکمیت پر یقین رکھتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ ہو رہا تھا اس دوران کسی نے نعرہ لگایا شاہ پاکستان زندہ باد۔ قائداعظم اس خوشامدی انداز سے خوش نہ ہوئے بلکہ فوراً بولے کہ ''آپ کو اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہیں پاکستان میں کوئی بادشاہ نہ ہوگا۔ یہ مسلمانوں کی ری پبلک ہوگی۔ جہاں سب مسلمان برابر ہوں گے۔ ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں ہوگی۔'' قائداعظم محمد علی جناح کی جمہوریت پسندی کے بے شمار اقتباس پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن آپ کے فرمودات سے یہ حقیقت واضح ہوگی کہ آپ مغربی جمہوریت کی بجائے ایسے جمہوری نظام کے خواہش مند تھے جو اسلامی بنیادوں پر استوار ہو۔ آپ اسلامی جمہوری ریاست کے علمبردار تھے اور جمہوری اقدار کو اسلامی نظام سے الگ تصور نہیں کرتے تھے۔ آپ نے ان خیالات کا اظہار فروری 1948ء میں اس طرح سے کیا۔

''پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل اور ہیت کیا ہوگی لیکن میں اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوگا۔ اسلام اور اس کے نظریات سے ہم نے جمہوریت کا سبق سیکھا۔ اسلام نے ہمیں انسانی مساوات، انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا ہے۔''

آپ کے نزدیک پاکستان کا قیام اس دیس کے باسیوں اور خاص طور پر مفلس و پسماندہ طبقات کو ایک جمہوری فلاحی ریاست کی خیرو برکات سے مستفید کرنا اور ان کے معیار زندگی کو بلند تر کرنا تھا۔ آپ سرمایہ دارانہ نظام اور استحصالی معاشرہ سے وابستہ عناصر کی اجارہ داری کا خاتمہ چاہتے تھے چنانچہ آپ نے قیام پاکستان سے قبل ہی ان عناصر کو متنبہ کردیا۔ اجلاس مسلم لیگ 1943ء میں فرماتے ہیں۔

''میں ضروری سمجھتا ہوں کہ زمینداروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کردوں۔ اس طبقے کی خوشحالی کی قیمت عوام نے ادا کی ہے۔ کیا آپ نے سوچا کہ کروڑوں لوگوں کا استحصال کیا گیا ہے اور اب ان کے لیے دن میں ایک بار کھانا حاصل کرنا بھی ممکن نہیں رہا۔ اگر پاکستان کا حصول اس صورت حال میں تبدیلی نہیں لاسکتا تو پھر اسے حاصل نہ کرنا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر وہ (سرمایہ دار اور زمیندار) عقل مند ہیں تو اپنے آپ کو نئے حالات کے مطابق ڈھال لیں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر خدا ان کے حال پر رحم کرے۔ ہم ان کی مدد نہیں کریں گے۔''

الغرض قائداعظم محمد علی جناحؒ نے نہایت تدبر اور صراحت کے ساتھ ریاست کے انتظامی امور سے متعلق اپنے افکار و خیالات کا اظہار کیا مگر پاکستان کے ارباب اختیار نے انتظامی ڈھانچے کی تشکیل اور نظم و نسق کے جملہ قواعد و ضوابط کو ترتیب دیتے ہوئے بانی پاکستان کے نظریات، فرمودات اور رہنما اصولوں کو قطعی نظر انداز کردیا۔ جس کے باعث قوم ترقی و خوشحالی کی وہ منازل طے نہ کرپائی جس کی آرزو بابائے قوم اپنے قلب سلیم میں رکھتے تھے۔

نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لیے
نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

☆☆☆☆☆

ہم تو محروم ہیں سایوں کی رفاقت سے مگر..... آنے والے کیلئے پیڑ لگا دیتے ہیں

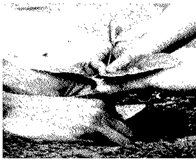

شجرکاری کی اہمیت

ایک درخت 36 ننھے بچوں کو آکسیجن فراہم کرتا ہے

پاکستان گلوبل وارمنگ کی زد میں آنے والے ممالک میں شامل ہے

ڈاکٹر زیب النساء سرویا

ہم تو محروم ہیں سایوں کی رفاقت سے مگر
آنے والے کے لیے پیڑ لگا دیتے ہیں

شجرکاری سے مراد ہے درخت لگانا درخت ماحول کو درست رکھنے اور خوب صورتی بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ہمیں صاف ہوا فراہم کرتے ہیں۔طوفانوں کا زور کم کرتے ہیں۔ آبی کٹاؤ کو روکتے ہیں، آب و ہوا کے توازن کو برقرار رکھتے ہیں اور آکسیجن فراہم کرتے ہیں۔ ایک درخت 36 ننھے بچوں کو آکسیجن فراہم کرتا ہے اور دو پورے خاندانوں کو 10 درخت ایک ٹن ایئرکنڈیشنر جتنی ٹھنڈک مہیا کرتے ہیں۔ یہ درجہ حرارت کو بھی عتدال وتوازن بخشتے ہیں۔

درخت انسانی زندگی میں مختلف پہلوؤں سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ بھوک کے مارے ہوؤں کے لیے ممتا کا کردار ادا کرتے ہیں، کبھی تو یہ دوست بن جاتے ہیں، تو کبھی دست گیری کے امین۔ بقول مجید امجد:

ایک بوسیدہ خمیدہ پیڑ کا کمزور ہاتھ
سینکڑوں گرتے ہوؤں کی دست گیری کا امین
آہ ان گردن فرازانِ جہاں کی زندگی
اک جھکی ٹہنی کا منصب بھی جنھیں حاصل نہیں

درخت فضائی جراثیم اپنے اندر جذب کرتے ہیں۔ نیز انسانوں اور حیوانات کی غذائی ضروریات فراہم کرتے ہیں۔ چرند، پرند اور متعدد حیوانات کا مسکن بھی یہ درخت ہیں۔ ادویات کا مخزن ہیں، ادویہ کے لیے ان کی چھال، پتے، بیج، پھول اور پھل سب استعمال ہوتے ہیں۔ یہ درخت ہی ہیں جو لاکھوں سالوں کے عمل کے بعد کوئلہ میں تبدیل ہو کر توانائی کا وسیلہ بنتے ہیں۔

شجرکاری، باغات اور جنگلات کی اہمیت وضرورت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے، جب چاروں طرف آلودگی بسیرا ڈالے ہو، صاف و شفاف ہوا کے لیے جسم ترستا ہو، اور زہر آلود ہوائیں نسلِ انسانی کو گھن کی طرح کھا رہی ہوں۔ دورِ جدید کی سائنس وٹکنالوجی نے جہاں انسان کی سہولت و آسانی کے لیے لامحدود و ان گنت وسائل مہیا کیے ہیں، زندگی کے مختلف شعبہ جات میں انسان کو بام عروج پر پہنچا دیا ہے، وہیں اس کے لیے مختلف بیماریوں اور آفات کے سامان بھی فراہم کردیے ہیں۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں ہرطرف آلودگی چھائی ہوئی ہے۔ ہوا، پانی اور زمین پر دیگر حیاتیات اپنی خصوصیات کھورہی ہیں۔ جن کی بقا کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ فضائی آلودگی، آبی آلودگی، زمینی آلودگی، صوتی آلودگی، سمندری آلودگی ، تیزی سے بڑھتی فیکٹریاں، سڑکوں پر گاڑیوں کی لمبی قطاریں، فضائی اور بحری جہازوں کا دھواں، مختلف صنعتوں کے فضلات سے مسئلہ مذید پیچیدہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

درختوں کے گھنے جنگل کو قدرتی ''سک'' کہا جاتا ہے جو آس پاس کی ساری کاربن چوس لیتے ہیں۔ پہاڑوں پر پھیلے جنگلات لینڈ سلائیڈنگ کے خلاف مضبوط حصار ہوتے

ہیں۔ یہ بارشوں کا بہت بڑا وسیلہ ہیں جن سے دھرتی کی آبیاری ہوتی ہے۔ یہی بارشیں موسمی اعتدال کا باعث بنتی ہیں۔ اللہ نے مخلوقات اور دیگر مظاہرِ کائنات کی تخلیق کو اس طرح مربوط کیا ہے کہ یہ سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری چلا آرہا ہے۔ اللہ نے انسان کو نباتات کے پھلنے پھولنے کا ذریعہ بنایا ہے، جس کی وجہ سے فضا میں توازن قائم ہے۔ لیکن اگر اس میں کسی طرح کی مداخلت کی جائے تو توازن میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے براہِ راست نقصانات انسانوں اور دیگر مخلوقات کو بھگتنا پڑتے ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ جہاں فضائی آلودگی اپنے پَر پھیلاتی جارہی ہے وہیں اس کے علاج کی دوا، یعنی جنگلات کی کٹائی انسان کی خودغرضی و مفاد پرستی کی تلوار سے بڑی بے دردی سے جاری ہے اور صورتِ حال بھی یہی بتاتی ہے کہ جنگلات کی بے رحمی سے کٹائی ہمیں ۲۰۸۵ء تک سدا بہار درختوں سے محروم کردے گی۔ ہمارے ملک میں جنگلوں کا تناسب عالمی معیار سے بہت کم ہے۔ جنگل کاٹ کاٹ کر قومی خزانے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ ان پر ہاتھ ڈالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

شجرکاری کی اہمیت زمانۂ قدیم سے ہے۔ درختوں سے محبت کرنا اور ان کا خیال رکھنا، کئی اقوام کی تاریخی، تمدنی اور معاشرتی اقدار کا حصہ رہا ہے۔ بقول ماجد صدیقی:

؎ نشۂ سرخوشی اَوج پر دیکھنا
رہ بہ رہ جھومتا ہر شجر دیکھا
لطف جو چشمِ تشنہ کو درکار ہے
شاخ در شاخ محوِ سفر دیکھنا

فراعنہ مصر کے ہاں رواج تھا کہ مرنے والا قبر کی دیوار پر اپنی نیکیوں کی اچھائی فہرست درج کراتا ایک بادشا نے نے تحریر کیا:

”میں نے درخت نہیں کاٹے ہیں، دریائے نیل کا پانی گندہ نہیں کیا ہے۔“

آج صورتِ حال یہ ہوچکی ہے۔ ڈیڑھ ارب لوگ زہریلی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف کی اقدار کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ درختوں سے دوستی چھوڑ دی ہے۔ ان پر بے دردی سے آریاں چلاتے ہیں۔ اس کٹھور پن پر پرندے بھی بے زبانی کو زبان دے کر پھڑپھڑا اٹھتے ہیں۔

؎ جانتے ہیں یہ سب پرندے بھی
زندہ رہنے کے ڈھب پرندے بھی
کٹ کر جب بھی درخت گرتا ہے
پھڑپھڑاتے ہیں سب پرندے بھی

اہلِ شام ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں تو تحفے کے طور پر پودے لے جاتے ہیں، اہلِ دمشق گھروں کی چھتوں پر بھی پودے لگاتے ہیں۔ لندن میں ایک عمارت Sky Garden کے نام سے مشہور ہے جس کی آخری چھت پر پودوں کے دل کش مناظر کو دیکھنے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ ماسکو یا سینٹ پیٹرز برگ شہر کے ہر باشندے کا خواب ہے کہ اُس کے پاس اپنا ایک ”ڈاچا“ یعنی مضافات میں گھر ہو جہاں سرسبز درخت لگے ہوں۔ دریائے ماسکو کے قریب کئی ”ڈاچے“ موجود ہیں۔ لندن کے قریب ”کیوگارڈن“ میں انواع واقسام کے درخت محفوظ کیے گئے ہیں۔ یونیسکو نے اسے عالمی ورثہ قرار دیا ہے۔

واشنگٹن میں ”چیری بلاسم کے تین ہزار درخت 1912ء میں جاپان نے امریکہ کو تحفتاً دیے تھے لیکن امریکہ نے جاپان کو تحفے میں ایٹم بم دے کر ہیروشیما اور ناگا ساگی کو تباہ و برباد کردیا۔

ہالینڈ میں ہر پیدا ہونے والے بچے کے نام کا درخت لگانا اور اس کی حفاظت کرنا اس خاندان کی قانوناً ذمہ داری ہوتی ہے۔ لبنان میں درختوں کی بہت حفاظت کی جاتی ہے۔ وہاں چیڑ کے بے شمار درخت موجود ہیں جن کی عمریں ہزاروں سال ہیں۔ ایسے بے شمار درختوں کو یورپی اقوام نے برّاعظم امریکا پر قبضہ کے دوران کاٹ کر استعمال کرلیا مگر اب بھی بہت سے درخت موجود ہیں۔ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے۔ یہ زندگی کو تحفظ دیتا ہے۔ اس مذہب میں شجرکاری صدقہ جاریہ قرار دی گئی ہے۔ موجودہ سائنس شجرکاری کی جس اہمیت و

افادیت کی تحقیق کر رہی ہے، قرآن و احادیث نے چودہ سو سال قبل ہی آگاہ کر دیا تھا۔ قرآن کریم میں مختلف حوالے سے شجر (درخت) کا ذکر آیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت قرار دیتے ہوئے اس کا ذکر اس طرح کیا:

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان کی جانب سے پانی اتارا، اس میں سے (کچھ) پینے کا ہے اور اسی میں سے (کچھ) شجر کاری کا ہے (جس سے نباتات، سبزے اور چراگاہیں شاداب ہوتی ہیں) جن میں تم (اپنے مویشی) چراتے ہو۔ اُسی پانی سے تمہارے لیے کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (اور میوے) اگاتا ہے، بے شک اِس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے۔'' (النحل ۱۰۔۱۱)

ان آیات میں درختوں کو چوپایوں کی غذا اور انسانوں کی ضرورت بتایا ہے۔ ایک جگہ درختوں اور پودوں کے فوائد اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

''اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں (خیال) ڈال دیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں (بھی) جنہیں لوگ (چھت کی طرح) اونچا بناتے ہیں۔'' (النحل: ۶۸)

اللہ نے درخت کا ذکر آگ کے حوالے سے کیا ہے:

''وہی ہے جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کردی جس سے تم یکایک آگ سلگاتے ہو۔'' (یٰسین: 80)

ایک جگہ شجرِ مبارکہ کے طور پر ذکر کیا گیا:

''وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی (النور: 24)

ایک جگہ تمام مظاہرِ قدرت کو آرایشِ کائنات قرار دیا گیا ہے:

''روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انھیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔'' (الکھف: 7)

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نسل اور کھیتی باڑی کو تباہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔

''جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کر ناپسند کرتا ہے۔'' (البقرہ: ۲۰۵)

اس کے علاوہ قرآن کریم میں شجر کا اور حوالوں سے ذکر بھی کیا گیا ہے۔

احادیثِ نبویہ ﷺ میں شجر کاری کے حوالے سے صریح ہدایات ملتی ہیں۔ ایک روایت میں شجر کاری کو صدقہ قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو مسلمان درخت لگائے یا کھیتی کرے اور اس میں پرندے، انسان اور جانور کھالیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔'' (بخاری)

''جو مسلمان پودا لگاتا ہے اور اس سے انسان، چوپائے یا پرندے کھالیں تو یہ اس کے لیے قیامت تک کے لیے صدقہ ہے۔'' (مسلم)

اس کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم ہو رہی ہو اور کسی کو شجر کاری کا موقع ملے تو وہ موقعے کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

نبی کریم ﷺ نے حالتِ جنگ میں بھی قطع شجر کو ممنوع قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ لشکر کی روانگی کے وقت دیگر ہدایات کے ساتھ ایک ہدایت یہ بھی فرماتے تھے کہ:

''کھیتی کو نہ جلانا اور کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا''

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں باغبانی اور شجر کاری میں گہری دل چسپی دکھائی ہے، اسے علوم و فنون کی شکل دی اور دنیا میں فروغ دیا۔

زندہ قومیں اپنے مشاہیر سے وابستہ درختوں کو یوں بھی محفوظ کرتی ہیں۔ جس درخت کے نیچے بیٹھے مشہور سائنس دان نیوٹن کے اُوپر سیب گرا تھا جس کے مشاہدے سے اُسے نے کشش ثقل کا اصول دریافت کیا تھا۔ مرورِ زمانہ سے وہ درخت سوکھ گیا لیکن کیمبرج یونی ورسٹی نے وہاں ایک نیا درخت لگا کر نشانی کے طور پر محفوظ کرلیا۔

شجرکاری قدیم زمانے سے ہی ایک اہم شعبہ رہا ہے جس میں وقت کے ساتھ شجرکاری کے لیے آج جدید مشینریوں نے آسانیاں پیدا کردی۔ کسانوں کے لیے درخت لگانا مشکل نہیں ہے۔ البتہ یہ جاننا ضروری ہے کہ کب، کہاں اور کیسے بہتر پیداوار حاصل کی جاسکتی ہے۔ جیسے جدید تحقیق کے مطابق جس زمین میں الکلی کی مقدار زیادہ ہو اس میں سفیدہ لگانے سے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سفیدہ کے درخت زائد الکلی جذب کرلیتے ہیں جس کے نیچے میں زمین کی زرخیزی اور پیدوار میں اضافہ ہوتا ہے۔

شجرکاری کا ایک طریقہ جو کہ پوری دنیا میں بہت مقبول ہے، وہ فارم ہاؤس کی تعمیر ہے۔ ملک کے مختلف مقامات پر فارم ہاؤس تعمیر کیے جاتے ہیں جو کہ پوری طرح شجرکاری کا مظہر ہوتے ہیں۔ صنعتی شجرکاری کے تحت جنگلات کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ شجرکاری کے جدید طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کچھ خاص پودوں کو جن سے فوائد حاصل ہوسکتے ہیں انھیں دوسرے ممالک سے منگوا کر لگایا جاتا ہے۔ شجرکاری کا ایک طریقہ آرائشی پودوں کے ساتھ پارکوں کی تعمیر ہے۔ اس کے تحت مختلف مقامات پر تعمیر کی جاتی ہیں اور ان میں طرح طرح کی آرائشی پودے لگائے جاتے ہیں۔

اس کمپیوٹر ائزڈ دور میں شجرکاری کے لیے بہت ساری دلچسپ نئی ٹیکنالوجیز آگئی ہیں۔ جیسے سلیکو کاشت کاری، ڈورن کا استعمال، خود ڈرائیور ٹریکٹرز لیکن ہر طریقہ کار آمد نہیں ہے۔ سلیکو ایک ایسی کمپیوٹر ایپ ہے جس میں سائنس دان بہترین فصل اُگانے کے لیے مختلف آب و ہوا اور عوامل میں فصل کے اُگنے کا جائزہ لیتے ہیں۔

کامیاب شجرکاری کا ایک جدید طریقہ پر ماکلچر ہے جس میں سوراخ دار گھڑے کو گردن تک پانی سے بھر کر مٹی برابر کرکے دبا دیتے ہیں اور پھر گھڑے کے دائرے کے چار طرف (یا قطار میں) میں چار پودے لگا دیتے ہیں۔ چالیس دن میں گھڑا صرف ایک بار بھرنا ہوتا ہے۔ یہ دیسی ڈرپ اور یگیشن سسٹم پودے کو اپنی ضرورت کا پانی اس کی جڑ تک دیتا رہتا ہے اور چھ مہینے کے عرصے میں یہ پودا درخت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

یہی نہیں اب سائنس دانوں نے ڈرون کے ذریعے شجرکاری کرنے کا منصوبہ بنالیا ہے۔ اس سے قبل سری لنکا میں ہیلی کاپٹر سے شجرکاری کرنے کا تجربہ کیا گیا تھا جو نہایت کامیاب رہا۔ اس ہیلی کاپٹر سے جاپانی کسانوں کے ایجاد کردہ طریقہ کار کے مطابق چکنی مٹی، کھاد اور مختلف بیجوں سے تیار کیے گئے گولے پھینکے گئے جن سے کچھ عرصہ بعد ہی پودے اُگ آئے۔ اب اسی خیال کو مزید جدید طریقے سے قابلِ عمل بنایا جارہا ہے اور اس مقصد کے لیے ایک برطانوی کمپنی ایسا ڈورن بنانے کی کوشش میں ہے جو شجرکاری کرسکے۔ اس طریقہ کار کے مطابق سب سے پہلے یہ ڈورن کسی مقام کا تھری ڈی نقشہ بنائے گا۔ اس کے بعد ماہرینِ ماحولیات اس نقشے کا جائزہ لے کر تعین کریں گے کہ اس مقام پر کس قسم کے درخت اُگائے جانے چاہییں۔ اس کے بعد اس ڈرون کو بیجوں سے بھردیا جائے گا اور وہ ڈرون اس مقام پر بیجوں کی بارش کردے گا۔ یہ ڈرون ایک سیکنڈ میں 1 بیج بوئے گا۔ گویا یہ ایک دن میں 1 لاکھ جب کہ ایک سال میں 1 ارب درخت اُگا سکے گا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ہاتھ سے شجرکاری کے مقابلے میں یہ طریقہ 10 گنا تیز ہے جب کہ اس میں رقم بھی بے حد کم خرچ ہوگی۔

ہیلی کاپٹر اور ڈرونوں کی لائنوں کے ساتھ، اُبھرتی ہوئی زرعی ٹیکنالوجیوں کی فہرست میں خود مختار ٹریکٹر کا ایک اہم کردار ہے۔ خود مختار فارم ٹریکٹر بغیر ڈرائیور کے فصلوں اور کھیتی کا معائنہ کرتا ہے اور کھاد اور بیجوں کو منتشر کرتا ہے۔ مستقبل کے ٹریکٹر میں کیمروں، رڈار، جی پی کے ساتھ لیس ہوں گے اور حفاظت کے لیے رکاوٹ پتہ لگانے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں گے۔

شجرکاری کے ان جدید طریقوں کے استعمال سے دنیا بھر میں شجرکاری کے عمل کو فروغ دیا جا رہا ہے تاکہ آنے والی گلوبل وارمنگ سے نمٹا جاسکے اور یہ امید کی جارہی ہے کہ اس سے ماحولیاتی نظام کو بہتر بنانے میں مدد حاصل ہوگی۔ شجرکاری کی اہمیت کے پیش نظر پاکستان میں بھی شجرکاری کے جدید طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے شجرکاری کو فروغ دیا جارہا ہے۔ ہر سال پاکستان میں باقاعدہ شجرکاری کی مہم چلائی جاتی ہے جس میں حکومت اور عوام کے تعاون سے لاکھوں کی

تعداد میں مختلف مقامات پر درخت لگائے جاتے ہیں۔

درخت ہمارے قدیمی ساتھی ہیں اور ہماری تہذیب کی قدیم ترین نشانیاں، گلوبل وارمنگ کے اس دور میں ان کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو چکا ہے۔ بقول اختر یستوی:

؎ برسوں سے اس میں پھل نہیں آئے تو کیا ہوا
سایہ تو اب بھی صحن کے کہنہ شجر میں ہے

اب تو عالمی ادارہ برائے تحفظ فطرت بھی موجود ہے۔ اسی کے تحت 2016ء میں پیرس میں 195 ممالک کو ماحول دوست اقدامات کرنے کا پابند بنایا گیا۔ تب پاکستان نے بھی اس معاہدے پر دستخط کیے کیوں کہ پاکستان موسمی تغیرات سے متاثر ہونے والے ممالک میں شامل ہے۔ ورلڈ بینک نے ایک حالیہ رپورٹ میں پاکستان میں ایسے چھ اضلاع کی نشان دہی کی ہے، جہاں اگر شجر کاری نہ کی گئی تو وہ 2050ء تک ریگستان بن جائیں گے۔ پنجاب میں لاہور، ملتان اور فیصل آباد اور سندھ کے تین اضلاع میر پور خاص، سکھر اور حیدر آباد اس میں شامل ہیں۔ بقول شاعر:

؎ جب راستے میں کوئی بھی سایہ نہ پائے گا
یہ آخری درخت بہت یاد آئے گا

جدید تحقیق کے بعد ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ اگر فضا میں کاربن کے اخراج کی مقدار بڑھتی رہی تو غذاؤں کی تاثیر تبدیل ہو جائے گی۔ پھلوں اور سبزیوں کی غذائیت کھو جائے گی۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ماحول دوست سرمایہ کاری کریں اور زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں۔

؎ مکاں بناتے ہوئے چھت بہت ضروری ہے
بچا کے صحن میں لیکن شجر بھی رکھنا ہے

اس ضمن میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر چند امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ ہم علاقائی درختوں مثلاً: شیشم، شریں، سکھ چین، دھریک، پیپل اور برگد وغیرہ لگانے کی بجائے آسٹریلوی یوکا پیٹس کو ترجیح دے دیتے ہیں اور ہمارے ماحول کے درخت ہی نہیں اس ضمن میں احتیاط کی جائے۔

۲۔ ہم بیچ سڑک کے شجرکاری کرتے ہیں۔ جب سڑک کی توسیع ہوتی ہے یا بجلی پانی یا ٹیلی فون، یا گیس کی پائپ لائن بچھانی ہو تو تب اس کو اُکھاڑ دیا جاتا ہے اور ایندھن بنا کر فارغ ہو جاتے ہیں حالاں کہ درختوں سے کاغذ، پلائی وڈ، اور دیا سلائی سے لے کر کھیلوں کا سامان تک تیار ہوتا ہے۔ ریشم کے کپڑوں کے لیے شہتوت، لاکھ کے کیڑوں کے لیے بیری، سیڑھیاں بنانے کے لیے بانس، ٹوکریاں بنانے کے لیے اور چمڑا رنگنے کے کیکر کی چھال ضروری ہے۔

ہمیں موسمی حالت کا مقابلہ کرنے کے لیے ماحول دوست سرمایہ کاری کرنا ہوگی۔ قومی اثاثے کے حیثیت سے جنگلات کی حفاظت کرنا ہوگی۔ سوشل میڈیا، سیمیناروں اور ورکشاپوں کے ذریعے عوام میں آگہی کی مہم چلانا ہوگی۔ پودوں سے محبت کرنا ہوگی۔ ورنہ کیا پانی کی بوتلوں کی طرح آکسیجن کے سلنڈرز کندھوں پر لٹکائیں گے۔ کیا ہم ہوا، پانی اور نئی مٹی ایجاد کرسکتے ہیں؟ کیا ہم قوانین قدرت میں ترامیم کرسکتے ہیں۔ نہیں ہمیں گلبانی و چمن آرائی کے ساتھ ساتھ لینڈ سکیپنگ کرکے اور علاقائی اشجار لگا کر حب الوطنی کا مظاہرہ بھی کرنا ہوگا۔ 18 اگست کو ہونے والے عالمی شجرکاری کے دن عہد کرنا ہے کہ گھروں میں بھی ہوا صاف کرنے والے پودے مثلاً ایلوویرا، منی پلانٹ، اسپائڈ پلانٹ، گلِ داؤدی اور پکھی ڈیٹ پام یعنی کھجور کے چھوٹے درخت لگائیں۔ 1989ء میں ہوا صاف کرنے والے 29 پودوں کی لسٹ شایع کی گئی جس کو انٹرنیٹ پر Air Purifying Plants Aprove by Nasa دیکھا جاسکتا ہے۔

؎ ذرا موسم تو بدلا ہے مگر پیڑوں کی شاخوں پر
نئے پتوں کے آنے میں ابھی کچھ دن لگیں گے

موجودہ حکومت نے 2020-2021ء میں دس بلین درخت لگانے کی شجر کاری مہم کا عندیہ دیا ہے۔ یہ بہت ہی خوش آئند بات ہے۔ اس سلسلے میں ہر پاکستانی کو اپنا اپنا فرض ادا کرنا ہے تبھی گرین کلین پاکستان کا خواب پورا ہو سکے گا۔

؎ گُمان کی دھوپ کڑی ہے، ہزار ہیں رستے
یقین کا اک شجرِ سایہ دار راہ میں ہے

☆☆☆☆☆

دعوت کے آداب

تقریر، تحریر، تشہیر دعوت کے موثر ترین ذرائع ہیں

کامیاب داعی دلکش اندازِ بیاں اور تالیفِ قلب کے اوصاف سے متصف ہوتا ہے

داعی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو عام فہم انداز میں پیش کرے

مرتبہ: رافعہ عروج ملک

ہر کام کے کچھ آداب ہوتے ہیں جن کا لحاظ رکھے بغیر خاطر خواہ نتائج کی توقع نہیں کی جاسکتی دعوت و تبلیغ کے میدان میں اترنے سے قبل کچھ شرائط اور لوازمات کا پورا کیا جانا لازمی ہے۔ یہ آداب دعوت داعی کی زندگی میں اولیت کے حامل ہونے چاہئیں اگر آداب کا لحاظ نہ رکھا جائے تو داعی کو دعوت میں ناکامی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ا۔ طرز عمل:

طرز عمل مثبت بھی ہوتا ہے اور منفی بھی ہوسکتا ہے اور برا بھی لیکن دعوتی نقطہ نظر سے اس کا فیصلہ مخاطب کی سوچ کے حوالے سے ہوگا۔ تمام تر خلوص اور نیک نیتی کے باوجود غلطی کا امکان باقی رہتا ہے اور غلطی خواہ کتنے ہی خلوص پر مبنی ہو نقصان کا باعث بن کر رہتی ہے۔

ممکن ہے تو جسے سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہ میں وہ موسم ہو خزاں کا

اس لیے اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرتے رہنا چاہیے۔

عَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَهُوۡا شَیۡـًٔا وَّهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ. (البقرہ، ۲: ۲۱۶)

’’ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ (حقیقتاً) تمہارے لیے بہتر ہو، اور (یہ بھی) ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، اور وہ (حقیقتاً) تمہارے لیے بری ہو۔‘‘

طرز عمل کی خرابی مخلصانہ کاوشوں کے نتائج پر بھی پانی پھیر کر رکھ دیتی ہے۔ مختلف جماعتیں اپنے اپنے انداز سے دعوت دین کا کام کررہی ہیں ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے انہیں حریف نہیں بلکہ اپنا معاون و مددگار سمجھا جائے جب کام کی نوعیت ایک ہے مقصد ایک ہے تو پھر محاذ آرائی کیوں؟ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی سبیلیں کس لیے؟

قول وفعل کے تضاد سے بڑھ کر دعوت کا کوئی اور دشمن نہیں ہوسکتا۔

دعوتی کام کی درجہ بندی کرکے اگر ترجیحات کا تعین کرلیا جائے تو رفتار کو تیز کرنے میں بہت مدو معاون ثابت ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص بیک وقت تحریر، تقریر اور ذاتی ملاقاتوں اور رابطوں سے دعوت کا کام کرتا ہے تو اسے اپنی صلاحیتوں، اوقات اور مختلف کاموں کے نتائج کو سامنے رکھ کر ترجیحات کا تعین کرلینا چاہیے پہلے کون سا کام کرنا ہے اوقات کار کی تقسیم بھی اسی اعتبار سے ہونی چاہئے۔ جس میدان میں نتائج بہتر نکل رہے ہیں اسے پہلی ترجیح پر رکھنا چاہیے کیونکہ شیطان کے حملوں میں سے ایک حملہ آدمی کو کم اہم کاموں کی طرف لگانے کی کوشش ہوتا ہے وہ جب محسوس کرتا ہے کہ کوئی نیک شخص کوئی اہم کارنامہ سرانجام دینے کی کوشش میں مصروف ہے یا ایسا کام کررہا ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے اور اسے راہ راست سے ہٹایا بھی نہیں جاسکتا تو وہ بھرپور کوشش کرتا ہے کہ اس کی توجہ اس اہم کام سے ہٹا کر کسی دوسرے کم اہم کام کی طرف لگادی جائے۔

ظلم کی بات تو یہ ہے کہ دوسروں کا علاج کرنے والے خود اس بیماری میں مبتلا ہوگئے ہمیں تو بزرگان دین سے یہ بات پہنچی ہے کہ اگر کسی شخص کے بارے میں ننانوے وجوہات بدگمانی کی ہوں اور ایک وجہ حسن ظن کی ہو تو ننانوے وجوہات کو نظر انداز کرکے اپنی طبیعت پر حسن ظن کے پہلو کو غالب کیا جائے لیکن ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بدگمانی سارے فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔ دعوت کے میدان میں دوسروں کو اہمیت دینا اور اپنے آپ سے بہتر گرداننا از بس ضروری ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک قول ہے ''جو شخص اپنے آپ کو ایک خارش زدہ کتے سے بھی بہتر سمجھے اسے معرفت کی ہوا نہیں لگ سکتی۔''

داعی ایک ایسا خاموش کارکن ہوتا ہے جو اپنی ذات کی نفی کرکے دوسروں کی فلاح کی ضمانت بن جاتا ہے۔

انسان کان کا بہت کچا واقع ہوا ہے کسی کی برائی بیان کی جائے تو جلد اثر قبول کرتا ہے جبکہ خوبی تسلیم کرنے میں بہت دیر لگا دیتا ہے۔ افواہوں پر کان دھرنے والے لوگ بہت جلد دوستو کا اعتماد کھودیتے ہیں اگر براہ راست حقیقت حال کو معلوم کرلیا جائے تو انسان بہت سی بدگمانیوں سے بچ جاتا ہے۔ غیبت کرنے والے شخص کو بات کرنے سے فوراً روک دینا چاہیے۔ بات سچی بھی کررہا ہو تب بھی یقین نہیں کرنا چاہیے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ آپ کے سامنے کسی کی برائی بیان کرنے کی جرات نہیں کرے گا۔

اعتدال کی روش ہی ہر حال میں سلامتی کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے رواداری، وسعت قلبی اور ہمدردی درکار ہوتی ہے کھلے دل کا مالک شخص ہی سب کے لیے قابل قبول ہوسکتا ہے۔ تعصب اور تنگ نظری دعوت کے میدان کو محدود کردیتے ہیں۔ انتہا پسند شخص ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ معتدل مزاجی کے باعث کچھوے کی چال چلتے رہنا اس تیز رفتاری سے کہیں بہتر ہے جس کے نتیجے میں کسی حادثہ سے دوچار ہونا پڑے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کرنا چاہیے کہ لوگ کیا کہیں گے لوگ تو کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہتے ہیں ہمارے پیش نظر صرف ایک بات ہونی چاہیے کہ ہم نے جو طرز عمل اپنا رکھا ہے اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے کہ نہیں۔ اگر اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہیں تو پھر کوئی پرواہ نہیں لوگ پسند کریں یا نہ کریں جھوٹ انا اور وقار کو رضائے الٰہی کے لیے قربان کردینا ہی سعادتمندی ہے۔

دعوتی نقطہ نظر سے دور دراز علاقوں کے سفر کے دوران طرح طرح کی تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ دلجمعی اور یکسوئی رخصت ہوکر انتشار طبع کا باعث بن جاتی ہے مختلف طبائع کے مالک افراد کے ساتھ اختلاف کے باعث دل پر کچھ گرد و غبار آنے لگتا ہے اس صورت حال کا بروقت علاج ہونا چاہیے ورنہ دیگر عبادات میں کوتاہی اور سستی کا ظہور ہوگا ایک اور خطرہ طبیعت کا سیرو تفریح اور دیگر دلچسپ مشغولیات کی جانب مائل ہونا ہے جس سے عمل کی خرابی جنم لیتی ہے۔ مختلف لوگوں کے حالات اور مزاج مختلف ہوتے ہیں ہر ایک سے ایک جیسے کام کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ ایک دوڑ لگا سکتا ہے۔ ممکن ہے دوسرا صرف چند قدم چلنے کے قابل ہو ایسا فرق تو ہمیں صحابہ کرامؓ کی سوانح حیات میں بھی ملتا ہے۔ انفاق کے معاملہ سب کچھ لٹا دینے کا کہیں حکم نہیں آیا لیکن ایک موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ اپنا سارا مال پیش کرکے سب پر بازی لے گئے۔ مقامات اور درجات کے معاملہ میں ہر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق آگے بڑھتا ہے۔

داعی کی شرافت، اعلیٰ ظرفی اور نیک نامی دعوت میں کشش کا باعث بنتی ہے اگر ترجمانی بھی احسن انداز سے ہوجائے تو اثر پذیری کے کیا کہنے! پیغام خواہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو جب تک انداز میں دلکشی نہ ہو لوگ متوجہ نہیں ہوتے۔

بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا کر بدمزگی پیدا کردی جاتی ہے جہاں کہیں محسوس ہوکر ان تلوں میں تیل نہیں تو قرآنی ہدایت **قالوا سلاما** پر عمل کرتے ہوئے سلام کرکے الگ ہوجانا چاہیے تاکہ فضا مزید خراب ہونے سے بچ جائے ایسے جاہلوں کو زیادہ منہ نہیں لگانا چاہیے اگر کہیں تلخی کا سماں پیدا ہوجائے تو حق پر ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کرلینے میں ہی عافیت ہوتی ہے ڈٹے رہنے سے حالات پر قابو نہیں رہتا اور

لڑائی جھگڑے کی صورت میں بالآخر داعی کو ہی ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ تشدد اور شعلہ بیانی سے دل نہیں بدلا کرتے دل بدلنا اللہ کے اختیار میں ہے۔

دعوت وفد کی صورت میں دی جارہی ہو تو بات سربراہ کرے کوئی دوسرا بولنے کی کوشش نہ کرے باقی سب خاموش اور ہمہ تن گوش رہیں البتہ سربراہ کی اجازت سے بات کی جاسکتی ہے۔ محفل کی صورت میں ترنم کے ساتھ باآواز بلند اللہ کا ذکر، استغفار اور درود شریف پڑھ لینے سے توجہ کے ساتھ سننے کا ایک ماحول پیدا ہوتا ہے اور برکت بھی ہوتی ہے۔

۲۔ صوفیانہ انداز کا لحاظ:

دعوت کے دو طرق معروف ہیں ایک طرق صوفیاء اور دوسرا طریق علماء۔ پہلا طریقہ زیادہ دلکشی اور جاذبیت کا حامل ہے اور اس کے اثرات بھی وسیع اور دیرپا ہوتے ہیں پوری اسلامی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے صوفیاء دلوں پر دستک دیتے ہیں جو ایک بار قریب آتا ہے انہی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب اپنے مواعظ حسنہ کے اختتام پر یہ جملہ ارشاد فرمایا کرتے ''اب ہم قال سے حال کی جانب آتے ہیں'' تو مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی رجوع الی اللہ اور وارفتگی کا وہ ایسا حال وارد ہوتا کہ ہزاروں لوگ گناہوں سے تائب ہوتے اور سینکڑوں غیر مسلم اسلام قبول کرلیتے۔ صوفیاء اس فلسفہ کے قائل ہیں کہ دل تشدد سے نہیں محبت سے بدلتے ہیں۔ اس لیے بے جا سختی نہیں کرنی چاہیے۔ دل جیتنے کے لیے مومنانہ سیرت و کردار کی ضرورت ہے سفر جاری رہنا چاہیے مایوسی اور بددلی کو قریب نہ پھٹکنے دیا جائے رسول اکرم ﷺ نے ایک بار فرمایا:

''اے علی! خدا کی قسم! اگر تیرے ذریعے ایک شخص بھی ہدایت پاجائے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

گویا ایک آدمی کا راہ راست پر آجانا بھی بہت بڑی کامیابی ہے حدیث کے ان الفاظ سے دعوتی کام کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ بس اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کہ اس نے خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی وہ یہ کام کسی اور سے بھی لے سکتا ہے۔ لہذا کبھی اپنی سعی اور بھاگ دوڑ پر نظر نہیں رکھنی چاہیے بلکہ نصرت الٰہی کے لیے سراپا دعا رہنا چاہیے کیونکہ نتیجہ خیزی اس کے ہاتھ میں ہے انسان کے بس میں نہیں۔

ویسے بھی دعوت کے کام میں کبھی آخری مقام (Saturatin) نہیں آیا کرتا لہذا کسی بھی سٹیج پر کوئی یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا کہ اس نے بہت کچھ کرلیا ہے بلکہ ہر بڑھتا ہوا قدم یہ احساس دلاتا ہے کہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے ہر بلند سطح کچھ اور بلندیوں کا پتہ دیتی ہے۔ گویا

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

یہ سفر تو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ہر ایک مسلمان صحیح معنوں میں (In True Sense) مسلمان نہیں بن جاتا اور دنیا کا آخری غیر مسلم بھی مسلمان نہیں ہوجاتا۔

۳۔ تالیف قلب:

تالیف قلب کا مطلب مائل کرنا اور دل میں جذبات محبت پیدا کرنا ہے۔ کسی شخص کو دعوت کی جانب مائل کرنے کے لیے اس کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا مظاہرہ کرنا، مالی امداد فراہم کرنا، آڑے وقت میں کام آنا لطف و عنایت کا سلوک کرنا تالیف قلب کے ذیل میں آتا ہے۔

۴۔ سہولت و رعایت اور انداز وتبشیر:

لوگوں کے سامنے دین کو مشکل بناکر پیش نہ کیا جائے۔ سارا بوجھ ایک ہی بار گردن پر نہ ڈال دیا جائے بلکہ پہلے عقائد پھر رفتہ رفتہ اعمال کی بات کی جائے۔ دوسروں کی سہولت کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ بیزاری اور نفرت کی فضا پیدا نہ ہو محسن انسانیت ﷺ نے جب معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بناکر بھیجا تو فرمایا:

یسرا ولا تعسرا ولا تنفرا. (بخاری)

''آسانی پیدا کرنا تنگی نہیں۔ لوگوں کو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا۔''

گویا دین کو اس طرح آسان بناکر پیش کیا جائے کہ لوگ خوش دلی کے ساتھ اسے قبول کریں ناروا پابندیاں سمجھ

کر انکار نہ کردیں اس ضمن میں اس بات کا خیال بھی رہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ جہاں آپ خوشخبری سنایا کرتے تھے وہاں لوگوں کو برے اعمال کے انجام بد سے ڈرایا بھی کرتے تھے دعوت میں یقیناً تبشیر کا پہلو غالب رہنا چاہیے۔

۵۔ جبر سے اجتناب:

اسلام دین فطرت ہے اس لیے سلیم الفطرت انسان اسے قبول کرنے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمادیا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ. (البقرہ، ۲: ۲۵۶)

''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔''

اسلام میں کسی کو جبراً مسلمان کرنے کی کلی ممانعت کردی گئی ہے اور پوری اسلامی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے آدھی دنیا پر حکومت کی لیکن کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کسی غیر مسلم کو بزور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ایسے علاقے جن پر کبھی مسلمان حکمران نہیں رہے کروڑوں مسلمان رہتے ہیں۔ یہ سب اسلام کی آفاقی تعلیمات اور مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے ہیں۔

۶۔ حسن سلوک:

دعوت کی قبولیت کے ضمن میں حسن سلوک سے بڑھ کر اور کوئی چیز کارگر نہیں ہوتی۔ نرمی اور ہمدردی انسانوں کو قریب کرتی ہے خوئے دلنوازی، انداز دلبری اور اک طرز دلکشی درکار ہے درشتی اور سخت مزاجی لوگوں کو بھگانے کا باعث بنتی ہے تمام بھلائیاں نرم خوئی میں جمع کردی گئی ہیں۔ سخت گیری اور درشت روئی نفرت اور خندہ پیشانی اور شگفتگی محبت کا باعث بنتی ہیں۔ حسن اخلاق میں یہ قوت ہے کہ وہ دشمنی کو دوستی میں بدل سکتا ہے۔ کلام میں رعونت، خشونت اور شدت نہ پائی جائے بلکہ نرمی، شیرینی اور حدت کا مرقع ہو۔

دوسروں کے ساتھ معاملات کے ضمن میں جہاں غلطی محسوس ہو اس کا اعتراف کرلینا ایک مستحسن عادت ہے لیکن یہ عادت ثانیہ بن جائے تو اس کے منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں طبیعت میں لاپرواہی اور اعراض عن الفرائض کا عنصر بڑھ جائے گا۔ غفلت اور سستی کا غلبہ ہوگا کیونکہ ہر بار معذرت کو ڈھال بنالیا جائے گا۔ اعتراف تقصیر کی اس عادت کو عام طور پر عاجزی اور انکساری کا مظہر سمجھ کر پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کا عاجزانہ تکبر ایک نہایت خطرناک پوشیدہ بیماری ہے مریض کو اس کا احساس نہیں ہوتا داعی کے لیے منکسرانہ رویہ قابل فخر کارنامہ بن جاتا ہے جس کے باعث لوگ آہستہ آہستہ اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں انسانی دنیا میں تعلقات کی بڑی اہمیت ہے ہر ایک شخص دوسروں کے ساتھ اچھے تعلقات کا خواہاں ہوتا ہے۔ اگرچہ اغراض و مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ دنیا کا نظام تعاون کی بنیاد پر چلتا ہے لہذا کوئی شخص بھی تعلقات کی خرابی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

۷۔ بالواسطہ اصلاح:

اگر آپ دوسروں کو حسب خواہش بدلنا چاہتے ہیں تو انہیں اس بات کا احساس نہ ہونے دیں کہ آپ دانستہ ایسا کررہے ہیں۔ احوال کے لیے بالواسطہ طریقہ کار زیادہ مناسب ہے اس طرح دوسرا شخص ردعمل کا اظہار نہیں کرتا رسول اکرمﷺ کی عادت مبارک تھی انفرادی اصلاح احوال کے لیے بھی کسی شخص کا نام لے کر متوجہ نہ کرتے بلکہ مجمع میں گفتگو کا آغاز اس طرح فرماتے:

ما بال اقوام یفعلون کذا.

''لوگوں کو کیا ہوگیا ہے اس طرح کے کام کرتے ہیں۔''

جس کو سنانا مقصود ہوتا وہ بھی سن لیتا اور اپنی اصلاح کرلیتا یہ ایسا پرحکمت طریق کار ہے جس کے باعث مخاطب کو شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ غلطیوں کی نسبت اپنی جانب کرکے خطاب کیا جائے تو سننے والوں کو گراں نہیں گزرتا جیسے

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ.

''اور مجھے کیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے اور تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (یٰسین، ۳۶: ۲۲)

☆☆☆☆☆

بابا فرید الدین گنج شکرؒ

آپ کی پہلی استاد آپ کی والدہ ماجدہ تھیں

بابا فرید الدینؒ کا شمار چھٹی صدی ہجری کے کبار صوفیاء میں ہوتا ہے

آپ رحؒ عوامی ثقافت کے محافظ اور مساوات کے قائل تھے

سعدیہ کریم

صدیاں بیت جاتی ہیں سال کے بعد سال گزرتے ہیں۔ وقت ہزاروں کروٹیں لیتا ہے۔ دریاؤں کا ہزاروں گیلن پانی سمندر سے ہم آغوش ہوجاتا ہے تب کہیں جاکر کسی دیدہ ور کی صورت نظر آتی ہے۔ جس طرح نظام شمسی ہزار بار گردش کرچکا ہوتا ہے تب کہیں جاکر کامل انسان، عزم اور روحانی طور پر بلند قامت فقیر دنیا میں امن و شانتی، انسانیت میں محبت پیدا کرنے اور گمراہوں کو راہ نجات دکھانے کے لیے آتا ہے۔ انہیں برگزیدہ ہستیوں میں ایک پاک شخصیت حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی بھی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کسی مرد کامل کا پیدا ہونا ایک روشنی، ایک کرشمہ ہوتا ہے۔ اس دھرتی پر حضرت بابا فریدؒ جیسے پھول روز نہیں مہکتے۔ کامل تو بہت ہوسکتے ہیں مگر کامل مرشد اور راہنما گنے چنے ہوتے ہیں۔ حضرت بابا فرید صوفی ازم کے آسمان پر چودھویں کے چاند تھے۔

تعارف:

فرید عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ’’یکتا‘‘، ’’بے مثال‘‘ اور ’’لاثانی‘‘۔ بابا فریدؒ کا شمار چھٹی صدی ہجری کے کبار صوفیاء میں ہوتا ہے آپ کی پیدائش 584ھ بمطابق 1173ء میں کھتوال میں ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ آپ کابل کے بادشاہ فرخ شاہ کے خاندان سے تھے۔ آپ کے والد کا نام جمال الدین سلیمان جبکہ والدہ قرسم بی بی تھیں جو نہایت عابدہ و زاہدہ تھیں۔ آپ کے والد آپ کے بچپن میں ہی انتقال کرگئے تھے۔ والدہ محترمہ نے اس بچے کی تربیت کی اور اسے گوہر کامل بنادیا۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ اسی زمانے میں آپ کی ذہانت اور نیکی کا چرچا پورے شہر میں ہوگیا۔ اپنے دور کے مروجہ ظاہری علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ملتان کا قصد کیا۔ مولانا منہاج الدین ترمذی سے فقہ کی معروف کتاب ’نافع‘ پڑھی اور علوم دینیہ حاصل کرنے کے بعد قندھار تشریف لے گئے وہاں پانچ برس قیام فرمایا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، صرف ونحو اور منطق میں اعلیٰ قابلیت حاصل کی۔ بابا فریدؒ ریاضت، عبادت، معاہدہ، فقر اور ترک وتجدید میں بے مثال تھے۔ اس کے بعد وہ دہلی روانہ ہوگئے اور اپنے مرشد کے زیر نگرانی روحانی تربیت کے مدارج طے کیے۔ انہوں نے کافی عرصہ ہانسی میں بھی قیام کیا۔ ہانسی کی تنہائی سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور صوفی ازم کی چاروں منازل عالم ناسوت، عالم ملکوت، عالم جبروت اور عالم لاہوت طے کیں۔ ہانسی کے 20 سالہ قیام کے دوران دینی علوم کے ساتھ ساتھ باطنی اور روحانی علوم بھی حاصل کیے۔ شریعت اور طریقت میں عروج حاصل کیا۔ ان کا چلۂ معکوس (چالیس دن تک کنویں میں الٹے لٹکے رہنا) کی روایت کا

ذکر بھی ملتا ہے۔اپنے مرشد کے انتقال کے بعد چشتیہ سلسلے کے سربراہ بنے اور اجودھن میں رہائش پذیر ہوئے یہاں پر لوگ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ وہاں پر انہوں نے ایک جماعت خانے کی بنیاد رکھی جہاں پر ہر وقت بہت سے دانشور اور صوفی ہر وقت موجود رہتے تھے انہیں عربی، فارسی، پنجابی اور ملتانی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

القابات:

بابا فرید کی زندگی کے ہزار رنگ ہیں اور ہر رنگ الگ گفتگو کا تقاضا کرتا ہے۔ ان کا تعلق عوام سے تھا وہ عوامی ثقافت کے محافظ تھے۔ مساوات کے قائل تھے اور انسان دوستی کا درس دیتے تھے۔ پنجاب میں سید علی ہجویریؒ (داتا گنج بخش) کے بعد جس صوفی بزرگ نے نمایاں مقام حاصل کیا وہ بابا فریدالدینؒ ہیں۔ ان کا تعلق چشتیہ مکتب فکر سے تھا۔ تصوف کی چشتیہ روایت کا آغاز دسویں صدی عیسوی میں ہوا تھا۔ چشتیہ سلسلے کو مربوط اور منظم کرنے کا کارنامہ بابا فریدؒ نے انجام دیا۔ ان کی حیات، فلسفہ اور تعلیمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خالق کائنات کی خوشنودی اور معرفت حق ان کا مقصود تھا۔ آپ کے ۱۰۱ القابات مشہور تھے جس میں خواجہ فرید، بابا فرید، مولانا فرید، منصور فرید، متوکل فرید، متقی فرید، معلم فرید، قطب المواحدین، شیخ فرید، شیخ فرید گنج شکر، جہاں گشت فرید، صوفی فرید، محقق فرید، عبداللہ فرید، حاجی الحاجات وغیرہ شامل ہیں۔

تعلیمات:

بابا فریدؒ کی تعلیمات بنیادی طور پر وہی ہیں جو ان سے دو صدیاں پہلے سید علی ہجویریؒ متعارف کرواچکے تھے ان کے ہاں بھی مذہبی قانون اور داخلی صوفیانہ صداقت میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا رجحان غالب نظر آتا ہے۔ بابا فریدؒ کی وجہ سے تصوف پنجاب میں ایک عوامی تحریک بن گیا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ صوفی وہ ہے جس کا ظاہر اور باطن صفات سے خارج نہ ہو۔صوفی کے لیے دنیا کی آسائشوں اور بشریت کی گندگی سے محفوظ رہنا بھی ضروری ہے۔

وہ ایک چشمہ خیر و برکت تھے۔ اس چشمے سے فیض حاصل کرنے کے لیے خاص و عام کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ آپ کی زندگی کا اولین مقصد اسلام کی تبلیغ تھا جس میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں بڑا توازن اور سکون تھا۔ انتہائی بدترین اشتعال کے سامنے بھی برہمی کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ دوسروں کی خطائیں معاف کردیتے تھے۔ ہندو یوگی ان کی خانقاہ میں آتے تھے اور ان سے کسب فیض کرتے تھے۔

بابا فرید کشف و کرامات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور نہ ہی ان کے پابند تھے۔

صاحب فضیلت بزرگ:

بابا فرید بہت صاحب فضیلت تھے جب انہوں نے شہرت حاصل کی اور دور دور تک ان کی کرامات کا ذکر ہونے لگا تو بہت سے بادشاہ اور امراء آپ کے معتقد ہوگئے۔ آپ کے کلام میں ایسی تاثیر تھی کہ گاؤں کے گاؤں آپ کے مرید ہوگئے تھے۔

بابا فرید کو شیرینی بہت پسند تھی اور شکر آپ کی پسندیدہ تھی مشہور ہے کہ ایک بار شکر کے بیوپاری گدھوں پر شکر کی بوریاں لادے ہوئے آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ان سے شکر کی قلیل مقدار خریدنی چاہی تو انہوں نے بہانہ بنا کر شکر نہیں نمک ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا ٹھیک ہے نمک ہی ہوگا۔ وہ سوداگر جب منزل مقصود پر پہنچے اور بورے کھولے تو دیکھا سب شکر نمک میں تبدیل ہوچکی تھی۔ پشیمان ہوکر بابا جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے طالب ہوئے۔ آپ نے کمال شفقت سے فرمایا شکر ہوجائے گی۔ چنانچہ وہ نمک شکر ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس دن سے آپ گنج شکر کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

شاعری:

بابا فریدالدین گنج شکرؒ ایک صوفی شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں وہ تمام عنصر موجود ہیں جن کا تعلق اور جڑیں تصوف اور روحانیت سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے انسانی زندگی کے مسائل اور سماجیات کو اپنی شاعری کی بنیاد بنایا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری

کے ذریعے اپنے دور میں موجود بہت سی سماجی برائیوں اور رسم و رواج کا بائیکاٹ کیا۔ انہوں نے اپنے پیرو مرشد کے حکم سے اجودھن (پاک پتن) کے ویرانے میں ایک بستی بسائی جواب پاک پتن کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے نسل انسانی کی وحدت کے عقیدے کو اختیار کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ادنیٰ و اعلیٰ، عالم وجاہل، مفلس ومنعم، ہندو اور مسلم، صوفی اور جوگی سب ان کے پاس آتے اور ان سے فیض پاتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے ان کو قینچی تحفے میں پیش کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے سوئی اور دھاگہ دو کیونکہ میں کاٹنے کے لیے نہیں بلکہ جوڑنے کے لیے آیا ہوں۔

وہ ایک ایسے معاشرے کے بانی تھے جو برداشت، رواداری اور احترام انسانیت کے اصولوں کو ماننے والا تھا۔ وہ بین المذہبی تفہیم کو فروغ دینے والے اور تنگ نظری سے بچ کر زندگی کا گُر سکھانے والے تھے۔ وہ عالم بھی تھے، لوگوں کے پیرو مرشد بھی تھے۔ باعمل صوفی بھی اور باشعور شاعر بھی۔ ان کی شاعری میں انسانی دکھ درد کو سمجھنے اور مداوا تلاش کرنے کی مخلصانہ سعی ملتی ہے۔ ان کی تعلیمات کا آغاز خاک سے ہوتا ہے۔ خاکساری سے ہوتا ہے۔ وہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو بار بار بلاتے ہیں۔ انہیں رفتگان کی مثالیں دیتے ہیں۔ ایسی مثالیں جو اچانک نیند سے بیدار کردیتی ہیں۔ بہت سے شعار اور کافیاں بھی ان کے ساتھ منسوب ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب بابافرید نے چلۂ معکوس کاٹا اسی دوران ایک کوا آیا اور آپ کے جسم پر چونچیں مارنے لگا آپ نے منع نہیں کیا لیکن جب اس نے آپ کی آنکھ پر چونچ ماری تو آپ نے فرمایا:

کاگا کُرنگ ڈھنڈولیا، ہگلا کھایا ماس
ایہہ دونینا مت چھوہیو، پر دیکھن کی آس

اے کوے تو نے میرے بدن کا سارا گوشت نوچ کر کھا لیا ہے میں تم سے منت کرتا ہوں کہ یہ میری دو آنکھیں نہ کھانا کیونکہ مجھے اپنے پیا کو دیکھنے کی آس ہے۔

ان کی شاعری میں مواد، لفظ، معنی، زبان اور اسلوب کی وہ گہرائی پائی جاتی ہے جس نے ہر شخص کو متاثر کیا۔ اس تاثر میں مذہب، عقیدہ اور مزاج بھی رکاوٹ نہیں بن سکے۔

دیگر چشتی مفکرین کی طرح بابا فریدؒ بھی موسیقی کے شائق تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ رحمت باری کا نزول تین مواقع پر ضرور ہوتا ہے۔

۱۔ سماع کے موقع پر
۲۔ درویشوں کے احوال بیان کرنے کے موقع پر
۳۔ عاشقوں کے انوار تجلی کے عالم میں غرق ہوجانے کے موقع پر

پنجابی زبان میں سب سے پہلے جس شاعر کا کلام لوگوں تک پہنچا وہ بابا فرید ہی ہیں۔ بابا فریدؒ کے وصال کے 339سال بعد گرنتھ صاحب کے ذریعے ان کا کلام ہم تک پہنچا ہے۔ یہ ان کی بین المذہبی رواداری کی مثال ہے۔

وفات:

بابا فریدؒ نے 92 برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ بعض روایات کے مطابق 1268ء میں اور بعض کے مطابق 1280ء میں وفات پائی اور اجودھن میں ہی دفن ہوئے جو آج کل پاک پتن کہلاتا ہے ان کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حاصل کلام:

بابا فریدؒ کی تعلیمات و شاعری ہمیں اپنی جڑوں کی تلاش اور اجتماعی شخصیت کا شعور حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ان کے افکار و تعلیمات، انسانی فکر ونظر، تہذیب و ثقافت کے فروغ اور اخلاقی پاکیزگی کے آدرش تک رسائی کے لیے نہ صرف راہیں متعین کرتی ہے بلکہ انکشاف ذات اور راہ نجات کے در بھی وا کرتی ہیں۔ جیسا کہ بابا فرید کہتے ہیں کہ مٹی کو برا نہ کہو جب تک آدمی زندہ ہے مٹی پاؤں تلے روندی جاتی ہے اور جب آدمی مر جاتا ہے تو وہی مٹی اس کے اوپر رکھی جاتی ہے۔ بابا فریدؒ کے مزار پر آج بھی ہندو، مسلمان اور سکھ عقیدت و احترام سے حاضر ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے اخوت و محبت، ایثار و بھائی چارے کا درس دیا۔ صوفی ازم کے صحیح آئینہ، روشن اور شفاف شیشہ دراصل بابا فریدؒ جیسے صوفیوں کی ذات میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس فقیر کی شان دے کہ زمانہ جس کی مثال دے۔ (آمین) ☆☆☆☆☆

اولیاء کاملین و رجال صالحین

مقبولانِ الٰہی قیامت تک روحانی برکات سے انسانیت کو حق کی حلاوت سے روشناس کرواتے رہیں گے

سابق امیر تحریک محترم مسکین فیض الرحمن درانی (مرحوم) کی یاد میں خصوصی تحریر

ندا صدیقہ

ہر دور میں اولیاء کاملین اور رجال صالحین کے تذکرے مرتب ہوتے رہے ان تذکروں سے محبت و خشیت، زہد و ورع، صبر و رضا اور اخلاص و توکل جیسے اوصاف پیدا کرنے کی تحریک جنم لیتی ہے۔ تاریخ اسلام کے ہر دور میں صحابہ کرام سے لے کر آج تک اللہ والوں کا تذکرہ کرنا، ان کے حالات و واقعات، احوال و کیفیات، ریاضات و مجاہدات، مشاہدات و کمالات اور اقوال و فرمودات کا بیان کرنا ہر صاحب ایمان و محبت کا محبوب عمل رہا ہے۔

یہ مقبولان الٰہی وقوع قیامت تک اپنی روحانی برکات سے اہل عالم کو متمتع کرتے رہیں گے۔

حضور ﷺ نے انہی کی شان میں ارشاد فرمایا ہے

''میری امت کے علماء ربانین (من وجہ) بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں''۔

بے شک امت مسلمہ میں کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہیں جنہیں"

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ.

''(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا۔'' (آل عمران،۳: ۳۱)

کے رازِ محبت نے سراپا اتباع بنا دیا جنہیں

یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ. (آل عمران،۳: ۱۱۴)

کی خبر نے اعمال صالحہ کی لذت و حلاوت سے آشنا کیا جنہیں

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِهٖ. (الحج،۲۲: ۷۸)

''اور (خاتمہ ظلم، قیامِ اَمن اور تکریمِ اِنسانیت کے لیے) اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔''

کی نگاہ نے اطاعت الٰہی میں ریاضیات و مجاھدات کے لئے منتخب کر لیا،جن کے دلوں میں

اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ. (الانفال،۸: ۲)

''جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔''

کے سرور آفریں کلام نے احوال و کیفیات کے دریا موجزن کر دیئے۔ جن سے

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ.

''ان کے پہلو اُن کی خواب گاہوں سے جدا رہتے ہیں۔'' (السجدہ،۳۲: ۱۶)

کی لذت آفریں ندا نے رات کے بستر چھین لیے۔ جنہیں

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا.

”یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔“ (آل عمران،۳:۱۹۱)

کے پر کیف بیان نے ہر گھڑی یاد محبوب میں مستغرق کردیا۔ جنہوں نے

هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ. (الصف، ۶۱:۱۰)

”کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتادوں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟۔“

کی خوشخبری سن کر اپنی جان و مال، راحت و آرام الغرض ہر چیز کا اللہ سے سودا کرلیا۔

ایسی بہت کم شخصیات ہوتی ہیں جو اس مادیت پرستی کے دور میں درج بالا صفات کی حامل رہی ہوں۔ انہی میں سے ایک ایسی شخصیت صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی مدظلہ العالی رحمتہ اللہ تعالی کی ہے جنہوں نے ہر غیر کی طرف سے منہ موڑ لیا اور توکل و رضا کے کوہ گراں بن گئے۔ آپ کو تصوف پر بے حد عبور حاصل تھا۔ تحریک منہاج القرآن کے ساتھ آپ کی وابستگی 1983ء سے تا وصال تک رہی آپ کی خدمات تحریک منہاج القرآن کے لیے ایک عظیم سرمایہ ہیں آپ کا تقویٰ و پرہیز گاری کی مثالیں تحریک کا ہر بندہ دیتا ہے آپ جیسا باعمل انسان جس کے قول و فعل، علم وعمل میں تضاد نہ ہو شاید ہی کوئی ہو آج بھی جب آپ کا نام لیا جاتا ہے تو ادب و احترام سے لوگوں کی نظروں سے ادب و احترام جھلکتا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ساتھ آپ کی محبت فقیدالمثال تھی۔

آپ شخصیت کے اعتبار سے انسان دوست بھی تھے آپ کے پاس لوگ اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی لیے گھنٹوں آپ کی صحبت میں بیٹھے رہتے مردہ دلوں کے لیے آپ کی مثال ایسی تھی کہ گویا وہ دور دور تک زمینوں کو سیراب تو نہیں کرپاتے تھے مگر جو پیاسا آپ کے پاس آتا اسے ضرور سیرابی نصیب ہو جاتی تھی اور ان کے گردونواح میں ہریالی اور شادابی آجاتی ان کے دل خشیت الٰہی سے لرز جاتے تھے۔ آپ اخلاص، محبت، امن، بقائے باہمی اور انسان دوستی جیسی خصوصیات آپ کے سیرت وکردار کے نمایاں پہلو ہیں۔ سیرت وکردار کا یہی بے لوث اور محبت بھرا انداز انہیں رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کے قریب کر دیتا تھا اور لوگ آپ سے عزت و احترام سے پیش آتے۔

آپ مسکنت کو دولت اوغربت کے پیمانوں سے نہیں جانچتے تھے بلکہ دل کی کیفیات کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ آپ مسکینیت کے وصف کو حضور ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کے مطابق بیان کرتے ہیں۔

”رسول ﷺ کی دعا: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں اپنے پاس بلا اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔“

مسکین صاحب نے تحریک کی خدمات کو جتنے خلوص اور شفقت سے سرانجام دیا اور جس وسیع پیمانے پر اس کام کی انجام دہی میں لوگوں کی مدد اور رہنمائی کی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے کارناموں سے ان کے مجاہدات، ان کی خدمات اور ان کی تعلیمی و تربیتی کوششوں سے واقفیت آج بھی شخصیت کی تعمیر میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ کی تحریک میں خدمات کے اعزاز میں آپ کو روضۃ المخلصین میں دفن کیا گیا۔ اتباع رسول ﷺ میں ڈوب کر زندگیاں گزارنے والے یہ جلیل القدر لوگ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین شخصیات ہوتی ہیں جن کی رضا کو اللہ تعالیٰ اپنی رضا سے تعبیر فرماتا ہے۔ آپ کی برسی کے موقع پر دعا ہے کہ اللہ پاک مسکین فیض الرحمٰن درانی کو جنت کے باغوں میں جگہ دیں اور آپ کا فیض اسی طرح آپ کے لواحقین کو عطا ہوتا رہے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

فضیلتِ ماں

(محمد شفقتؔ اللہ قادری)

ماں خانہ کعبہ ہے، آؤ زندگی کا سفر اُس کے نام کریں
پہنچ کر اُس کے قدموں میں بوسہ کریں سلام کریں

ماں کا چہرہ تکنا لَا رَیْب عبادت ہے صاحب
کیوں نہ یہ عبادت بے حد اور صبح و شام کریں

یہ بھی حق ہے کہ نجات کا وسیلہ ہے ماں کی زیارت
صاحبو! کیوں نہ عبادت کا اِہتمام سرِ عام کریں

یہ سچ ہے کہ جانشینِ حوأ نہیں بلکہ ماں تو ہے آسمانی تحفہ
کس کی جرأت ہے کہ عرش سے آئی نعمت کا نہ اِکرام کریں

یارو میرے مصطفیٰ ﷺ نے اماں حلیمہؓ کے لیے بچھا دی کملی اپنی
پھر ہم کیوں نہ خدمت ماں کی بن کے اَدنیٰ غلام کریں

سرِ تسلیم خم کر دیں ماں کے قدموں میں ہے جنت
آؤ اِک نئی تاریخ اَز سرِ نو ہم اَرقام کریں

یہ سچ ہے کہ نجات کا ذریعہ ہے ماں کی زیارت
دوستو! پھر کیوں نہ یہ عبادت ہمہ وقت اور سرِ عام کریں

ہم سن بھی نہ سکتے تھے تو لُوریاں دے کر ہم کلام ہوتی تھی ماں
اب تقاضۂ محبت اور دستورِ عشق یہ ہے کہ لوریاں دیں اور کلام کریں

صاحبو! یہ سمجھو کہ مکاشفہ کی کرامت رکھتی ہے ہر اِک ماں
ماں عیسیٰؑ کی ہو یا موسیٰؑ کی، ربِ کائنات خود اِلقاء و اِلہام کریں

بعد مرنے کے بھی روح تڑپ اُٹھتی ہے ماں کی برزخ میں
بعد مرنے کے کیوں نہ ہم بھی عمل کچھ ایسا کرکے اُس کی روح کو بقائے دوام کریں

طوافِ کعبہ گر کرنا جو مقصود ہو تو شفقتؔ
ماں کے قدموں سے شروع اور قدموں میں اِختتام کریں)

منہاج القرآن ویمن لیگ کے 3 رکنی وفد
محترمہ انیلا الیاس، محترمہ حافظہ سحر عنبرین اور محترمہ اقراء مبین کا کوئٹہ کا تنظیمی دورہ
اور عرفان الہدایہ کے زیر اہتمام خواتین کیلئے 10 روزہ کورسز کا انعقاد

محترمہ ارشاد اقبال (زونل ناظمہ شمالی پنجاب) کا ضلع اٹک کی تحصیلات
حسن ابدال، حضرو، جنڈ، فتح جنگ، اٹک اور کامرہ کا تنظیمی و تربیتی وزٹ

محترمہ فاطمہ سعید (زونل ناظمہ کے پی کے، ہزارہ) اور محترمہ انیلا الیاس ڈوگر (نائب ناظمہ ویمن لیگ) نے
ہزارہ زون کے علاقہ جات کا تنظیمی وزٹ کیا۔

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
AUG-2021
LAHORE
Regd CPL No.45

Minhaj University Lahore

Chartered by Government of Punjab | Recognized by the HEC in W3 Category | Accredited by PEC

ADMISSIONS OPEN FALL 2021

100% Online Ready **University**

Admission Office is Open **7 Days** a Week

MORNING & **WEEKEND** PROGRAMS

ADP I Undergraduate I Postgraduate I Ph.D

ADP Programs — MORNING

Computer Science
Computer Networking
Web Design and Development
Double Math & Physics
Botany, Zoology & Chemistry
Islamic Banking and Finance
Human Resource Management
Business Administration
Accounting and Finance
Commerce
Mass Communication
Education
Arts
English

BS Programs — MORNING

Chemical Engineering
Software Engineering
Information Technology
Computer Science
Data Science
Artificial Intelligence
Cyber Security
Food Science & Technology
Human Nutrition and Dietetics
Medical Lab Technology
Biochemistry
Mass Communication
Library & Information Science
English
Urdu
Chemistry
Physics
Botany
Zoology
Political Science
Sociology
International Relations
Mathematics
Statistics
Economics
Accounting & Finance
B.Com (4 Years)
BBA
Islamic Banking & Finance
Education
History
Pak Studies
Peace and Conflict Studies

MS/M.Phil/MBA Programs — WEEKEND

Computer Science
Food Science & Technology
Biochemistry
Clinical Nutrition
Mass Communication
Library & Information Science
English (Linguistics)
English (Literature)
Urdu
Chemistry
Physics
Botany
Zoology
Political Science
Sociology
International Relations
Mathematics
Statistics
Economics
Accounting & Finance
Theology & Religious Studies
Peace & Counter Terrorism Studies
Management Sciences
MBA (Professional)
MBA (Executive)
Islamic Banking & Finance
Education
History
Pak Studies
Criminology & Criminal Justice System

Post Graduate Diploma

Halal Standards and Management Systems
Peace & Counter-Terrorism Studies

Ph.D Programs — WEEKEND

Library & Information Science
International Relations
Political Science
Economics
Mathematics
Education
Urdu

APPLY ONLINE https://admission.mul.edu.pk/

Scan QR Code

Main Campus, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore

Universal Access Number (UAN)
03 111 222 685
042 35145621-4 Ext # 320, 321

www.mul.edu.pk
admission@mul.edu.pk
MinhajUniversityLahore
officialMUL